



مولوي شاه مڪمل عثمان صاحب فاروقي خدات

SECTION



100



تمہید

دیوان قدانی (مجموعہ کلام فارسی و اردو جناب الدما جہ قبلہ و کعبہ مولو شیخ محمد عثمان صاحب مرحوم) جس کے سلسلہ ترتیب اشاعت کو براہِ درم مکرم جناب نربل چیف جسٹس سرشاہ محمد سلیمان صاحب دمجہ کم نے سنہ ۱۹۲۷ء میں والد قبلہ کے انتقال کے بعد ہی اپنا فرض منصبی سمجھ کر انجام دینا چاہا اور اپنے قیمتی پیش بہا وقت کو علمی و ادبی مشاغل کے ساتھ ساتھ نسخہ جات کے ہتھا کرنے اور ادراک پریشاں کو ایک مجموعہ کی شکل میں ترتیب دینے میں صرف کرنے لگے۔ مجموعہ کلام چونکہ منتشر اوراق کی صورت میں وقتاً فوقتاً دستیاب ہوا لہذا برابر یہی پیشہ رکھا کہ شاید وہ بزم ادب میں بذات خود اپنے تعارف کے لیے کافی نہ ہوں لیے تکمیل اشاعت میں ضرورت سے زیادہ تاخیر ہوتی رہی۔

اس عرصہ دراز کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ اہو کہ نسخہ جات کا ذخیرہ موجودہ حجم تک پہنچا جو ایک دیوان کی شکل میں ارباب سخن و ناظرین مع الکرام کی خدمت میں پیش ہے۔ والد مرحوم کو اپنے کلام کی نہ اشاعت منظور تھی اور نہ یہ خواہش تھی کہ مشاہیر سخن کے مرہ میں اُن کا نام شہور ہو۔ انتہائی جذبات سے متاثر اور غلط سے مجبور ہوا کہ شہر کہا کرتے تھے اس لیے مجموعہ کلام دیرینہ و پارینہ نظر ثانی سے مستفید نہ ہو سکا۔

مبصر الانصاف اس مختصر مجموعہ کلام کو اگر اصلی معنوں میں صحیح جذبات کا نمونہ تصور کر لیں تو
 ممکن ہے کہ موجودہ خامیاں جو کلام پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں نظر انداز ہو جائیں
 حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی غزل پر ایک تفسیریں اردو کلام کے سلسلہ میں عشتا
 میں آچکی ہے لیکن والد مرحوم کی تحریر میں نہیں پائی گئی لہذا یہ دعوے سے نہیں کہا جاسکتا
 کہ مرحوم کی تصنیف ہی یا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

برادر مکرّم کی عظیم الفحی کی وجہ سے اس مجموعہ کی طبعاعت و اشاعت کا خوش گوا
 فرض مجھے ادا کرنا پڑا اس سلسلہ میں میں نے اپنا پہلا فرض سمجھا کہ جہاں تک ممکن ہو مجموعہ
 کلام کتابت کی غلطیوں سے پاک رہے اور باقی ماندہ سرمایہ سخن ضائع نہ ہو بلکہ دیوان
 کی صورت اختیار کر لے معلوم نہیں کہ اس فرض گزار ہی میں کہاں تک مجھے کامیابی نصیب ہوئی
 آخر میں مجھے عزیز ہم علامہ کشفی چریا کوٹی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے جو سلاک تحریر
 میں آنے سے قاصر ہو۔ مختصر یہ کہ علامہ موصوف نے انتہائی کوشش اور جاں فتنائی سے والد
 مرحوم کی سوانح عمری فراہم کی اور مستند اور مدلل طور پر اپنی سحر طرازی و جادو بیانی سے
 مقدمہ کو حسن عقیدت کے پیرایہ میں رنگ دیا جو دیوان کا جزو لاینفک ہو گیا

خاکسار

الہ آباد

سلیمان (ریل)

۲۷ جون ۱۹۳۴ء

مقدمہ

حالات و سوانح

از خامشی کشودہ نہ شغل دل مرا
شد وقت آنکہ از جگر افغاں بر آورم

جس طرح انسان اپنے ادراک اور طبیعت کی وجہ سے غیر انسان پر فضیلت کہتا
ہو اسی طرح انسان کی خاص اور ممتاز ہستیاں عوام پر نفوذ اور اتینا زکھتی ہیں، آسمان
کی سیکڑوں گردشوں زمانے کے ہزاروں کروٹوں کے بعد بساطِ ارضی پر ایک بیسا
انسان پیدا ہوتا ہے جس کی پیشانی عطا یا سے ربانی کا آئینہ جس کا و غ اسرارِ فضل
کمال کا خزانہ اور دل رموز و نجات کے موتیوں کا بحر ہے پایاں ہوتا ہے، اس کا ہر
اشارہ عجائباتِ فطرت کی شرح اس کی ہر حرکت حیاتِ جاوید کی تفسیر اس کا ہر
قدم ابتدائے عزم اور انتہائے منزل ہوتا ہے۔
بیک ایک سے اور وزندہ جاوید گردیدم اشارت سو سے من کوئی ہلالِ عید گردیدم

الینہ ان کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے بصارت اور بصیرت کی شمع درکار ہوتی

ہرے تو اول خویش را دریاب تا اور بجایابی

بھیس پیکر ان فضل و کمال مجسمہ فراست و ذکا میں مصنف کلام فدائی کا نمایاں

وجود اور درخشاں نام ہو

نام اور خاندان

مصنف کا نام (مولوی) شاہ محمد عثمان فاروقی (رحمۃ اللہ علیہ) تھا، آپ کا سلسلہ

نسب حضرت فاروق اعظمؓ تک پہنچتا ہے اس لیے آپ کے آباؤ اجداد شیوخ فاروقی کہلاتے ہیں۔

آپ کے جد "حضرت مخدوم عیسیٰ تاج سلطنت شرقی کے زمانے میں دہلی سے جوہنور آئے دہلی اس خصوصیت میں عرصہ سے ممتاز ہے کہ ہندوستان کی زمین کو فیوض و برکات سے مالا مال کرنے والی ہستیاں عرب و عجم سے آکر اپنی پہلی منزل اسی کو بناتی تھیں پھر وہاں سے حسب استطاعت کسبِ نعمت الہی ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیل جاتی تھیں، گویا کہ "دہلی، شہرِ کمال کا مطلع تھی اور تمام ہندوستان ان کی شعاع اور تابانی کے لیے تھا

حضرت مخدوم صاحب جب جوہنور آئے تو سلطنت کی طرف سے مستقل جاگیر نذر

ہوئی پھر ان کے ورثا میں سے حضرت مخدوم بندگی شیخ محمد معروف جو پور سے منتقل ہو کر موضع ولید پور (ضلع اعظم گڑھ) میں تشریف لائے اور وہیں آباد ہو گئے اس موضع کو دریائے ٹنس نے بالکل جزیرہ بنا دیا ہے، اس وقت سے یہ موضع مشائخ مبارک کا عرصہ تک مرکز رہا ہے۔

حضرت مخدوم صاحب جب ولید پور پہنچے تو ان کے دامن توکل کو خدا کی میر سامانی کے اشارے سے شاہانہ عطائے جاگیر نے بھر دیا۔

ان کے تین فرزند تھے ۱۔ مخدوم شیخ علی ۲۔ شیخ خضر ۳۔ شیخ ابوسعید مخدوم شیخ علی لا ولد تھے شیخ خضر کی اولاد میں ملا محمود صاحب شمس بازغہ آفتاب فضل کمال مشہور ہیں ان کی بہن کی اولاد میں مولوی حافظ عابدین مرحوم مشہور وکیل جون پور مصنف کے سسر تھے۔

شیخ ابوسعید کی اولاد میں مصنف کے والد ماجد شاہ خاوم علی رحمۃ اللہ علیہ تھے یہ بھی نامی وکیل تھے اور غدر شاہ کے پہلے ان کی وکالت کو فروغ تھا لیکن بعد چنے وکالت ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے۔

حالات مصنف

مصنف اپنے والد ماجد کے تین بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے، ان کی

ولادت مقام آستانہ بھیرا موضع ولید پور کے ایک حصے میں دسمبر ۱۸۶۷ء مطابق
۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم موضع سلیم پور ضلع غازی پور میں مولوی عبدالرشید صاحب و رئیس
غازی پور کے مکان پر ہوئی

تعلیم

ابجد خوانی کے بعد ورس نظامیہ کی ابتدائی کتابیں مولوی حفیظ اللہ صاحب
مرحوم فتح پوری سے پڑھیں چونکہ مصنف کا ذہن رسا، خدا داد و کائنات کا دریا صرف
اسی ساقی کا کار بند ہونا اپنی تنگ ظرفی سمجھتا تھا، اس لیے اس کی تکمیل مشہور زمانہ
استاد عقوبات مولانا ہدایت اللہ خاں مرحوم رامپوری سے کی شفقت استاد کی ویریں
نگاہوں نے ستارہ ہندی و اقبال شاگرد کی پیشانی پر دیکھ لیا تھا اس لیے کمال
شفقت سے پڑھایا، ہونہار شاگرد نے فلسفہ اور منطق میں جو کچھ کمال حاصل کیا
اس کو آخر عمر تک امتیاز کے ساتھ نہ صرف نباہا بلکہ چمکایا۔

مصنف کی سب سے بڑی دوزینی یہ تھی کہ انھوں نے منطق اور فلسفہ کو مفید اور
کارآمد بنانے کے لیے وکالت کو تجویز کیا چنانچہ دنیا نے دیکھا بھی کہ فلسفہ اور منطق کے
سایہ میں وکالت نے کتنا فروغ پایا اور وکالت کس مرتبہ رفیع و بلند پہنچ گئی۔

وکالت

مصطفیٰ نے مولوی حافظ عابد حسین مرحوم کے ایسے نامور عالی دماغ ہتھوڑ نگار کیل ۱۲۹۹ء میں قانون پڑھنا شروع کیا۔ ۱۸۴۳ء میں صنفی کی وکالت پاس کی ایک یا دو سال بعد ۲۴ سال کی عمر میں ان کی شادی مولوی صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی اس کے بعد ہی یعنی ۱۸۴۸ء میں ججی کی وکالت پاس کر کے کامیابی کے ساتھ اپنے پیشے میں نہمک ہو گئے۔ خاندانی ذکاوت، ذاتی ذہن کے ساتھ فضل و کمال اس پر منطق کی حجت آفرینی اور فلسفے کی نظر عین وکالت کو ایسا موج طوفاں بنا دیا جس کے سامنے کوئی چیز ٹھہرنے کی تاب نہ لاسکتی تھی۔

مصطفیٰ کے دامن مناسب وسیع کو قدرت نے اور عطا یا کے ساتھ، قوت گویائی، زور تقریر، بذلہ سنجی، خطابت، حاضر جوابی، قیامت کی سوچ بوجھ سے بھی بھر ا تھا۔

لَيْسَ لِلّٰهِ مُشْرِكٌ اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمُ فِىْ وَاحِدٍ

یہ سب چیزیں مجموعی طور پر اگر کسی ذات واحد میں جمع ہو جائیں اور پھر اس کی توفیق اور اقبال کا جو تصور عقل پیش کر سکتی ہو وہ سب مصطفیٰ میں موجود تھیں۔

اس وقت عام طور پر سچ مشہور تھا کہ بڑے سے بڑے وکلا ان کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہیں لاتے، انھوں نے ایگزٹنری باضابطہ ٹھہری نہیں تھی لیکن ان کی طباعی اس کی

چند اس محتاج بھی نہ تھی، ان میں جس قدر قوت گویائی تھی اس سے زیادہ زورِ تحریر تھا
چنانچہ ان کے بیانِ تحریری کی شان اور پر مغزی اس میں عجیب و غریب قانونی نکات
کی فراوانی اب تک مشہور ہو۔

ان کا مستقر جون پور تھا لیکن مقدمات کی پیروی میں دور دور ہلارے جاتے تھے،
پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی گمبھوں کو قابلیت اور طباعی کے ناخن سے ٹپکیوں میں کھلبتے
تھے، وہ عرصہ تک کامیابی اور شہرت کے ساتھ وکالت کرنے کے بعد بیمار رہنے لگے، اور
آخر عمر میں جو پنور سے باہر ریلوے اسٹیشن نظر آباد کے متصل ایک بستے میں قیام کر لیا تھا
اسی اثنا میں ہاتھ میں درد پیدا ہو گیا جو عرصہ تک بہت تکلیف دہ تھا اس کا اشارہ
جا بجا اپنے اشعار میں کیا ہو۔ بیماری کا سلسلہ دو برس تک قائم رہا۔ ہم اچھے مسلسل بیمار
رہے، جگر خراب ہو گیا، لکھنؤ میں کچھ دنوں حکیم خواجہ کمال الدین صاحب کے زیر علاج
رہنے کے بعد الہ آباد تشریف لائے اور اپنے بڑے صاحبزادے (آنرہیل ڈاکٹر سر)
شاہ محمد سلیمان صاحب بیرسٹریٹ لا (موجودہ چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ) کے
ساتھ قیام پذیر ہوئے اور بڑے بڑے اطباء اور ڈاکٹروں کے عرصہ تک زیر علاج
رہے یہاں تک کہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۹ء روزِ شنبہ ۲ بجے شب کو بہ اقصائے ۷۰
کسے کہ زاد بنا چار بائیس نوشید

زجام دہرے کل من علیہا نساں

دعای اہل کو لبیک کہا، اور مدفن گلاب باڑی متصل دایرہ شاہ اہل بخشی بازار میں مدفون ہوئے قبر پختہ بنی ہو اور سر لوح مصنف ہی کا قطعہ تالیخ بہ ادنیٰ تئیر کندہ ہو۔

مرحوم نے باقیات صالحات میں ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے چھوٹے سب سے بڑے صاحبزادے آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان صاحب چیف جسٹس ہیں دوسرے شاہ محمد سفیان آبائی جامد کے منتظم ان سے دونوں چھوٹے مولوی شاہ محمد سلمان بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اور مولوی شاہ محمد حبیب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ہیں، اول الذکر الہ آباد میں کئی سال سے وکالت کر رہے ہیں، آخر الذکر نے اہی ہیں کیا ہو اور کام شروع کیا ہو۔

عادات و اخلاق

مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے متواضع، سیرتیم، اقربا پرور دوست پرست اور سخی تھے حلقہ احباب اتنا وسیع تھا کہ اس کی وسعت مشکل سے نظریں سماقی تھی اس میں قریب قریب ہر طبقہ شامل تھا، اخلاق کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہو کہ ہر طبقے کا شخص یہ سمجھے کہ الثقات اور مروت کی نظر سب سے زیادہ مجھ پر ہو، خدا عز و جل رحمت کرے مولوی صاحب اسی قسم کے اخلاق کا مجسمہ تھے۔

اخلاق کی ہمہ گیری کا بلند ترین مرتبہ یہ ہو کہ ایک ہی شخص شعرا میں شاعر سخن سنج، علما میں عالم زبردست، ادیبوں میں نکتہ واد، بذلہ سخنوں میں لطیف المزاج لطیف گو ہوا مولوی صاحب ان اوصاف میں اپنی آپ مثال تھے۔

وہ اپنے دوستوں کے صرف دوست نہ تھے بلکہ ان کے خاص معتمد رازدار، اور وہ اس کے جواب میں ان کے شیدا تھے۔ مولوی محمد مصطفیٰ آثم و لید پوری منفور مولوی صاحب علیہ الرحمہ کے خاص دوستوں میں تھے۔ مولوی صاحب نے اکثر مواقع پر ان کے ساتھ اپنی دوستی کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال عرصہ سے مفقود ہو۔

وہ بڑے نصاب اور پابند عصبیت، غیور اور پُرانی وضع کے دلدادہ تھے ان کا خاندان علم فقر و تصوف میں ہمیشہ ممتاز رہا، ہو خدا نے اسی کے توکل کی پوری کفالت کی تھی اس لیے یہ خاندان دنیا سے بے پروا ہو کر استغنا کی زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن مصنف کی رواداری، غربا پروری اور غربا نوازی سے کبھی بے پروا نہیں رہا۔

علم و ادب کا ذوق

بڑے بڑے علما اور شعرا، اہل قلم اور ادیبوں کی مجالس میں ان کو شرکت کا موقع ملا اور اس میں ان کی طباعی اور رسائی ذہن ممتاز صورت میں نمایاں رہی۔

اکثر علما سے مسائل علمیہ میں مناظرے اور مباحثے ہوئے اور اس میں مولوی صاحب نے

اپنا خدا دادا متیاز قایم رکھا۔

عام طور پر وہ تمام اہل کمال کے گرویدہ تھے خصوصیت سے علمائے چریاکوٹ
بخصوص شیخ انشیوخ مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور ان کے بڑے بھائی مولانا عنایت اللہ
چریاکوٹی، مولانا نجم الدین چریاکوٹی، مولانا علی عباس چریاکوٹی رحمۃ اللہ علیہم کا بڑا احترام
کرتے تھے۔

فارسی شعرائے متقدمین میں جامی، حافظ اور متاخرین میں حزمی کے بہت مداح
تھے، چنانچہ ان کی فارسی کی غزلیں بیشتر انھیں کے نقش قدم پر ہیں جا بجا جامی اور حافظ
کی طرف اشارہ بھی کیا ہوا ان کی بعض غزلوں پر غزلیں اور بعض تفسیریں لکھی ہو۔

اُردو شعرا میں حکیم مومن خاں مومن دہلوی اور مولانا آسی سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ
کے کلام کے دلدادہ تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مومن کے کلام کی طرف ملک کی بے توجہی
اس کی بد مذاقی کی دلیل ہے، اس میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ ان کی فرمائش سے خاکسار
عقدہ نگار کہنی چریاکوٹی، نے سب سے پہلے مومن کے کلام کی شرح اپنے ماہانہ رسالہ
”العلم“ میں لکھنی شروع کر دی تھی، اس کے بعد پھر ملک کو توجہ ہوئی اور مومن، کے کلام
پر بکثرت مضامین شائع ہوئے۔

اہل قلم میں نواب عماد الملک کے بہت محروٹ تھے۔ اُردو میں سرسید کی سادگی

اور عالی کے قوم پرستانہ جذبات کے قائل تھے۔

عقیدہ اور مذہب

وہ ایک راسخ العقیدہ حنفی اور سُنی تھے لیکن انہوں نے کسی مذہب کی کبھی مخالفت نہیں کی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ”مذہب اخلاق کی دُستی کا نام ہو“

وہ اقوال کے مقابلے میں اعمال کے قائل تھے، فرماتے تھے کہ ”ایمان عہد اور راستی مذہب کے دو دشمنہ گوہر ہیں، عقیدے کی استقامت اور مذہب کی پابندی کا ان صفتوں سے پتہ چلتا ہو۔“

حلیہ لباس

میانہ قد، گور رنگ، بلند پیشانی، ہنستا ہوا چہرہ۔ آنکھوں سے دور اندیشی اور دوزخ بینی کا پتہ چلتا تھا جیسا کہ تصویر سے صاف نمایاں، لباس میں سادگی اور صفائی کو بہت پسند کرتے تھے۔

بعض خصوصیات

ان کو چھوٹ سے بہت نفرت تھی، دغا اور فریب کو ایمان کی موت کہتے تھے شطرنج کا بہت شوق تھا اور اس میں ان کو کمال بھی تھا، کبھی شعرو سخن کی محفل گرم ہو جاتی تو گھنٹوں قائم رہتی، فارسی اور اردو کے بہترین اشعار بکثرت یاد تھے موقع موقع سے پڑھتے تھے

اور خاص لطف لیتے تھے۔

کسی کی کوئی بات ناگوار ہوتی تو کھلم کھلا سرزنش نہ کرتے بلکہ اکثر خاموش ہو جاتے اپنے کسی ہنر اور وصف کا کبھی ذکر نہ کرتے، اظہار اور تصنع سے بہت دور رہتے، چنانچہ انھوں نے اپنی کوئی غزل یا نظم طلبِ شہرت میں شائع نہیں کی حالانکہ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں قاور الکلام شاعر تھے۔ ان کی فارسی کی غزل خاکسار مقدمہ نگار نے اپنے ماہانہ رسالہ العلم میں شایع کی تھی اس پر انھوں نے ان الفاظ میں اظہارِ ناخوشی کیا کہ ”تم میری مہنی کے خلاف مجھ کو ہلک میں لائے“ وہ غزل اس مجموعے میں ہو اور بہتر بہتر ہو۔

وہ اپنے عزیزوں، دوستوں اور ان کی اولاد کو خوش حال اور ترقی کے زینہ پر دیکھ کر بہت خوش ہوتے بلکہ اکثر اس میں مدد دیتے، خاکسار مقدمہ نگار بھی ان کے اسی قسم کے کرم کا ممنون ہو۔ خدا ان کی روح پر اپنی رحمت کاملہ اور رضائے خاص نازل فرمائے۔

جو خصوصیت ان میں خاص طور پر نمایاں تھی وہ دل کا گداز لطیف ترین احساس اور بلند ترین ادراک کی فراوانی تھی یہی چیزیں انسان کو ادبیات کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیتی ہیں چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ اس کی ایک مثال تھے اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

ادبیات اور مصنف

عام طور پر مشہور ہے کہ علوم ظاہری کا ماہر منطق اور فلسفہ کی خشک زمین کا مالک ، فنونِ ادب کے چمن کا باغبان بن نہیں سکتا، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فنونِ ادب کی لطافت بہار کو اور اکتسابی علوم اس کے مقابلے میں خزاں کا حکم رکھتے ہیں خزاں اور بہار ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اس حجت اور دلیل کی حقیقت چاہے جس قدر قابلِ تسلیم ہو لیکن حقیقتِ عمل کے سامنے ان کی کوئی وقعت نہیں مصنف کی طبع رسائے دونوں اقلیموں کو ایک ساتھ فتح کر کے دونوں کا ڈانڈا ملا دیا تھا،

سابق سطور میں آپ نے حالات کے سلسلے میں ”علم و ادب کا ذوق“ ایک ساتھ دیکھا ہے، آئیے اب آپ کو اس ذوقِ ادب کے وہ نقش و نگار دکھا دیں جن کو انقلابِ ہر اور مردِ رایام کے ہاتھ کبھی مٹا نہیں سکتے۔

ادبیاتِ مثنوی

جس طرح آفتابِ بادلوں میں، شمعِ اپردہ دامن میں غائب اور معدوم نہیں ہو سکتے اسی طرح ادب کی شادابی کو زمین کی ویرانی اور فنا دگی زائل نہیں کر سکتی ادب وہ شیرینی ہے جو تلخی میں مل کر اس کو بھی شیریں اور گوارا بنا دیتی ہے۔

مصنف مغفور نے کبھی شرکا کوئی مضمون نہیں لکھا لیکن ان کی عام تحریروں خطوط معمولی رقعوں میں یہاں تک بیانات تحریری اور عرضی دعووں میں اس کا نظرنواز اور دل فریب عنصر موجود ہے، ان کی ادب بنانی خشک سے خشک مضمون اور روکھے سے روکھے موضوع کو دل نشین اور دلچسپ بنا دیتی تھی، ہم کو اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کرنا نہیں ہوتا ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں ہم ایک خط کی نقل پیش کر کے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا

مجم۔ السلام علیکم۔ دسمبر کی تعطیل میں مکان گیا تھا، باوجود احتیاط، ریل کے اوقات کی خرابی کی وجہ سے، سردی اثر کر گئی، اس لئے درد پارینہ عود کر آیا، اب تک اسی تکلیف میں مبتلا ہوں بغرض علاج کھنٹو جانے کا ارادہ ہو کچھ موانع ہیں، دیکھئے کب تک جانا ہوں، اس طرف آپ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا تعلق ہے، کلا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غزل جس کا مطلع درج ذیل ہے بہت پسند آئی ہے

پر تسکین چامی بوسہ بخش

کہ امروزش دگرگوں می تپدل

اس شعر نے مجھ پر ایک کیفیت طاری کر دی، میں نے بھی اس پر ایک غزل لکھی ہے اس کے چند اشعار نذر کرتا ہوں خیریت مزاج سے اطلاع دیکھیے ہاتھ کے درد کی وجہ سے

خود لکھنے میں تکلیف اور تکلف ہو اس لیے دوسرے سے لکھوایا ہو۔

الرجزوری ۱۹۱۶ء

(شاہ) محمد عثمان

یہ خط مولوی محمد مصطفیٰ صاحب آثم کے نام ہے، پوری غزل مجموعے میں موجود ہے اور غزل میں جو کچھ ہے اس کی جگہ دیکھیے، عبارت نشر میں جو سلاست، روانی اور ادب کا جس قدر پہلو ہے وہاں یکم بھیجیے

ادبیات نظم فارسی

آجکل فارسی دانی اور فارسی گوئی کا جو معیار ہے اس نے فارسی کی عزت کو برباد اور اس کے صحیح معیار کو تباہ کر دیا ہے عام طور پر اردو خواں شعرا نے فارسی کو مشقِ ستھم کیلئے بطح جولا نگاہ بنایا ہے اس کے سامنے صحت مذاق کو کون پوچھتا ہے لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے فارسی میں جو کچھ کہا ہے یا جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی جگہ محاورات، مصطلحات، زبان، خوبی ترکیب پلندہ پائیگی، طرز بیان کے اعتبار سے سند ہو ان خصوصیات کو علیحدہ علیحدہ جانچ لیجیے تو نئی فارسی دانی کا اعلیٰ معیار سمجھ میں آجائے گا۔ فارسی اور اردو دونوں میں فدائی، تخلص کرتے تھے لیکن ہر نظم اور ہر غزل میں اس کے اظہار اور ذکر کے سختی سے پابند نہ تھے۔

مجاورہ بندی

ایک عنزل کا مطلع ہے۔

مست الست باوہ دوشینہ نوش کن

ایں جان زار نذر جو و مو فروش کن

دوسرے مصرعہ میں "نذر جو و مو فروش کن" نذر کہ دن و بردن اہل زبان اساتذہ

فارسی کا مجاورہ ہے چنانچہ ظہوری نے لکھا ہے۔

یک شعلہ تاز جیب نفس سر بر آورم

صد دارغ نذر سینہ پروانہ بردہ ایم

نذر کہ ان پہلوی کا شعر ہے۔

سخنہا وقت گفتار تو کردیم نظرمان نذر دیدار تو کردیم

جلال اسیر نے کہا ہے۔

شیخ آہے کردہ ام نذر شہیدان بہار

ساک یزدی کا مصرعہ ہے۔ ۶

نفسے چند اگر نذر گستاں نکند

جن لوگوں نے نذر کردن کے مجاورے پر اعتراض کیا تھا غالباً ان کی تسکین کے لیے

اس قدر کافی ہو کہ جامی کی غزل پر جو غزل لکھی ہو اس کا ایک شعر ہو۔

چو مرغ قبلہ رودارم بہ کوشش

مرا در سینه افزوں می تپد دل

پہلے مصرع میں ”رودادشتن“ کے معنی مشغول ہونے کے ہیں، یہ محاورہ بھی خاص

ہل زبان کا ہوا قاشا پوری کا شعر ہو۔

نقابے بر رخ افکن یار کشت گلستاں بگذر

کہ سنبل سخت در تابست و گل بسیار و دارد

پابندی اصطلاحات

حافظ کی غزل پر خمسہ لکھتے ہیں اس کا پہلا مصرعہ اس طرح ہو۔

”الایا ایہا المطرب کن سائے انا ملہا“

”ساز کردن“ کے معنی آمادہ اور مستعد کرنے کے ہیں، مطلب یہ ہو کہ ”ای مطرب تو

اپنی انگلیوں کو آمادہ کر، مطرب کا انگلیوں کو آمادہ کرنا یا ساز کرنا بہت ہی لطیف پیرایہ

بیان اور دلچسپ مقصد آہنگ و سرود ہو اسی خمسے میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

بہ دریاے عشق دست پائے می زخم ٹل

چناں باد مخالف نہ کہ سیم کہر و لا حاصل

پہلے مصرعہ میں ”عشق“ کا لفظ ”محبت“ کے مقابلے میں قصداً لائے ہیں کیونکہ اس میں
 ”بابِ تفضل“ کا قصع اور تکلف شامل ہوا، اسی کو بامخالفت تباہ بھی کر سکتی ہو، یہ عارف کی
 اصطلاح ہو اس لطیف پیرائے کو شخص نہیں پاسکتا۔
 اسی سلسلے میں آگے چل کر لکھتے ہیں :- ۶

مراد عیشِ مستی بر در میخانہ دید آخر
 ”عیشِ مستی“ اہل زبان کی اصطلاح ہو جو اہل زبان نہیں وہ خدا جانے ”عیش“ کی جگہ
 جوش یا کیا لکھتے ؟

زبان

ایک خزانہ میں لکھتے ہیں :- ۷
 تو بہ شکستہ شکستہ سب
 محبتِ مالِ فلاحم بداد
 پہلا مصرعہ لطف زبان کی یاد دہشا رہا ہو۔
 دوسری جگہ ایک غزل کے اکثر اشعار میں زبان کا جادو دکھاتے ہیں، اس کا ایک شعر
 یہ ہو :- ۸
 شنیدم کہ مستی عنم رہا بد
 من آن مستم کہ افزوں می تپدل
 کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہو کہ ”مستی“ غم کو دور کرتی ہو لیکن میں وہ مست ہوں کہ میرپل

اور زیادہ تڑپ رہا ہو۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

درا بروئے تو شکن نہ زبید

شمشیر تو بے نیام خواہم

اس شعر میں لطف زبان کے ساتھ ندرتِ مضمون کی بھی اعلیٰ شان ہے، کہتے ہیں تیرے
ابرو شکن چچی معلوم نہیں ہوتی، تیری آنکھیں تلوار ہیں تو اس تلوار کا غلاف سے باہر ہی
رہنا مجھ کو پسند ہے، شکن کو نیام سے تشبیہ دینا طبعِ رسا کی ایسی لطافت ہے کہ یہاں تاکہ پہنچنا
ابرو و زبیدی کا کام نہیں۔ مجموعہ کلام میں اس قسم کی مثالیں بکثرت ہیں۔

خوبی ترکیب

فدائی علیہ الرحمہ اس میدان میں بھی اکثر شعرا سے بہت آگے ہیں۔ مثلاً ایک غزل کا مطلع

ساقی! مئے لعل فام خواہم

ہے۔

مُو خواہم دباں مدام خواہم

اس ساقی! سُرخ رنگ کی شراب چاہتا ہوں (سن) شراب چاہتا ہوں (دوسری

چیز نہیں) اور دباں ہمیشہ کے لیے چاہتا ہوں۔

ترکیب کی خوبی یہی ہے کہ کثیر معنی قلیل الفاظ میں سما جائیں۔ مدام کے دوسرے

معنی شراب کے ہیں عربی میں ایک خاص قسم کی شراب کا نام ہے، فارسی شعرا نے عام شراب کے معنی میں استعمال کیا ہے یہ لفظ جہاں کہیں آیا ہے وہاں اسی طرح کہ اس میں ”شراب“ کے ساتھ ہمیشگی کے معنی پیدا ہوں اور پھر لطیف پیرائے میں ایک ہی لفظ سے ماہریت شراب کے مطلب ادا ہو جائیں، فدائی کا ذوق طبع اس سے غافل نہ تھا وہ ایسی ترکیب میں لایا ہے کہ لطف دو بالا ہو گیا ایک مطلع تو ایسا کہہ دیا ہے کہ ترکیب کی خوبی، طرز ادا، بیباختگی میں مطلع آفتاب بن گیا ہے کہتے ہیں۔ ۵

خوش جلوہ کرد ساعدِ زیبا در آستین

پنہاں درونِ دیدہ و پیداد آستین

معلوم ہوتا ہے کہ اس مطلع میں سعدی اور خسرو کی روح کھینچ کر رکھ دی ہے سبحان اللہ

سادگی میں بلندی

ایک غزل کا ایک شعر ہے۔ ۵

من بجاں می خرم متاع وفا لیک نا پید بہ بیچ بازار سے

”میں نفع جہاں دے کر ”وفا“ کی خریداری کو تیار ہوں لیکن افسوس ہے کہ کسی بازار

میں یہ سودا بکنے کے لیے نہیں آتا،

دوسری غزل کا ایک شعر اس سے بھی زیادہ وجد آفریں ہے۔ ۵

از ہستی خود خبر نہ دارم با عاشق خود حجاب تاک

میں اپنی ہستی ہی سے نئے خبر ہوں پھر ایسے عاشق سے حجاب کہاں تاک؟

معمولی لفظوں میں کیسی نرالی بات کہی ہو؟ ہستی اور ہوش کے مقابلے میں حجاب

اور پر وہ موزوں ہوتا ہو، جب یہ چیز نہ رہی تو حجاب کی کیا ضرورت ہو۔ دوسرے

معنی یہ بھی پیدا ہوتے ہیں کہ ہستی اور ہوش بجائے خود حجاب ہیں جب یہ پر وہ

اٹھ گیا تو حجاب کے کیا معنی؟ کیسے دل نشین انداز میں بیان کیا ہو۔

طرز بیان اور مضمون آفرینی

ایک غزل کا ایک شعر اے۔

ہے آبِ زندگانی تانہ می خواہی صنوبرِ دل

نمازِ عشق نتواں کرو بر سجّادہ دلہا

کہتے ہیں کہ جب تک زندگانی کے پانی سے صنو نہ کیا جائے دل کے سجّادے عشق

کی نماز درست نہیں ہو سکتی "نمازِ عشق" کے لیے لفظی اہتمام کے سلسلے میں سجّادہ دل۔

آبِ زندگانی، صنو ملاحظہ فرمائیے پھر ان لفظوں کا پر وہ الٹ کر معشوقِ حسنِ جنوی

کا جلوہ دیکھیے، شاعر کا مطلب ہو کہ جب تک کوئی شخص جان سے بے پروا نہ ہوگا

اُس وقت تک اس کو عشق کا دعویٰ زیب نہیں دیتا، ہر نماز کے لیے جس طرح

خستوع اور خضوع اپنی ہستی سے بے خبری ضروری ہو اسی طرح عشق کی نماز کے
لیئے جان کی طرف سے بے ہوشی لازم ہو

اس شعر میں اس قدر معنویت ہو کہ ورقوں لکھتے جانیے اور قلم کو تھکا نہ ہو

محاکات و تلمیحات

حضرت فدائی کے کلام میں محاکات اور تلمیحات کا عنصر بہت غالب ہے معلوم ہوتا
ہو کہ ادھر آئینہ دل پر غبار آیا ادھر کلام میں نقش اُتر آیا ادھر دل میں ٹھیس لگی ادھر کلام میں
درد و موجود حقیقت یہ ہو کہ اسی اور اک لطیف کا نام شعر یا شعور کی تحریک ہو اور۔۔۔

ابں سعادت بزور بازو نیست تازہ بخش خدا کے بخشندہ

شاعر کے ہاتھ میں درد پیدا ہوتا ہو وہ دل میں اُتر جاتا ہو پھر دل کو ساتھ لیکر صفحہ کاغذ لفظوں
کی شکل میں کئی جگہ بکھرتا ہو۔

(۱)

کاش کہ بودے بہ دل و جان من

درد کہ دردست و جفا ہم بد

یہ درد جس نے میرے ہاتھ کو دیا ہو کاش میری جان اور میرے دل میں ہوتا (تو مناسب
اور موزوں ہوتا) اثر انداز رنگ تبلیغ ہے۔

فدائی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں جو درد پیدا ہو گیا تھا پاؤں و علاج و معالجہ عرصہ تک قائم رہا

اس لیے وہ دل کی چوٹ بن گیا، دل کی چوٹ، آہ بن کر نکلی جس نے شعر کی صورت اختیار کر لی قوت بیان اور تاثیر گزار دیکھیے کہ یہ درد شعر میں دوسروں کے لیے نشتر بن گیا اور محاکات کا سب سے بڑا کمال یہی ہے۔

(۲)

ایک قطعہ میں ”درد“ کی تکلیف اور اس کے اثرات اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ تغزل کا تیرا و نشتر بن جاتا ہو۔ کہتے ہیں:۔

بیچارہ مبتلا ہے دردے غم خواہ کسے نہ درد مندے
گویند فدائی اتجین است بانالہ گرم و آہ سردے

”بیچارہ ایسے حال میں مبتلا ہے درد ہو کہ اس کا نہ تو کوئی غم خواہ ہو اور نہ درد مند، مشہور ہو کہ تیرا فدائی گرم نالہ اور آہ سرد کے ساتھ رنجیدہ ہو۔“

اس قطعہ میں اس حالت کا ذکر ہو کہ مصنف علیہ الرحمۃ ظفر آباد کے بنگلے میں قیام پذیر ہیں متعلقین وہاں موجود ہیں، ایک روز رات کے وقت درد میں شدت ہر جاتی ہو، دل تڑپ جاتا ہو اور الفاظ اس حالت کا یہ درد ناک نقشہ کھینچ دیتے ہیں۔

اس درد اور اس کے علاوہ دوسری بیماریوں سے جو اذیتیں پہنچی ہیں، دل نے ان کو جس طرح محسوس کیا ہو، دل کے ٹکڑوں کو الفاظ میں اس طرح رکھ دیا ہو کہ دیکھنے والوں اور

سُنے والوں کے دلوں کو بھی چوٹ لگے، ایک جگہ اسی درد کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :-

بہ بحر درد افتادم بہ آں موجیکہ من دایم

بکاوانت حال ماسکساران سا علیہا

(۳)

شاعر کا دل آئینہ ہوتا ہے وہ زمانہ کے مہولی غبار کی بھی تاب نہیں لاتا، خدا نخواستہ اگر کسی ٹھوکر سے ٹوٹ جاتا ہو تو اس کا ہٹکڑا بجائے خود درد اور غم کا منتقل پیکر بن جاتا ہے۔

حضرت فدائی کے جوان عمر، ہونہار، خویش مولوی وکیل احمد مرحوم کا چند دنوں کی بیماری میں انتقال ہو جاتا ہے، اس کا صدمہ ان کے دل سے کبھی نہیں جاتا، اشعار میں وہی صدمہ جگر کے ٹکڑے بن بن کر آتا ہے۔ ایک جگہ قطعہ تاریخ کے سلسلے میں لکھتے ہیں :-

چوں بجز اندوہ نہ بود در جہاں از جہاں باید مرا ہم در گزشت

ایک جگہ عجیب و آفریں انداز میں لکھتے ہیں :-

کا بعم در چین دہر و افتاد کو نخل مرادم ہمہ برگ و ثمر افتاد

یعنی زمانے کے باغ میں میرے کام کی عجیب صورت ہو گئی کہ میرے مراد کے درخت سے سب پھل اور پتے گر گئے۔

(۴)

ان کے ایک دوست "افضل" نام کا انتقال ہو جاتا ہے وہ تڑپ کر لکھتے ہیں :-

اللہ ما تم و غم افضل می توں

دریا بہ ابر و ابر بدریا گریستین

دوسرے مصرعہ میں غم کا محیط اعظم، دریا اور ابر کی شکل میں موجزن ہے۔

(۵)

ان کے فرزند اکبر جناب ڈاکٹر سر محمد سلیمان صاحب حصول تعلیم کے لیے انگلستان جا چکے ہیں، حضرت فدا آئی اس دوری کو محسوس کرتے ہیں لیکن اس کا اظہار کسی سے کہہ نہیں

سکتے، یہ احساس درد بن جاتا ہے تو تڑپ جاتے ہیں مگر شعر کا پردہ چھوڑ کر :-

بادل شوریدہ و با چشم گریاں رستین مشکلی باشد بہ درد ہجر آسان رستین

مرگ من در ظاہر و باطن بود مرگ نشاط من نہ پیدا رستین خواہم نہ پہناں رستین

دل شوریدہ اور چشم گریاں کے ہوتے ہوئے درد ہجر میں آسانی سے جینا مشکل ہے میری تو

ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں خوشی کی موت ہے، میں نہ تو بہ ظاہر زندہ رہنا چاہتا

ہوں اور نہ بہ باطن دیکھئے ان دونوں شعروں میں اصلی جذبات کا خط و خال کس طرح پیش

کیا ہے؟ اور پھر کس انداز میں رازدروں پر وہ بنا دیا ہے،

(۶)

یہ سمجھنا نہ چاہیے کہ شاعر کا دل صرف "ماتم خانہ غم" ہی بلکہ یہ آئینہ جس طرح رنج کی سرو
 ہو اسے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی طرح خوشی کی گرم ہو اسے گرم بھی ہو جاتا ہے بولوی علی محمد صاحب
 سب نج و رئیس محمد آباد کو کہنے حضرت فدائی کی مدارات و خاطر میں کچھ اٹھا نہیں رکھتے،
 شاعر کا دل احسان فراموش نہیں ہوتا، فدائی صاحب ہستی کی سب سے زیادہ قیمتی
 چیز حاضر کر دیتے ہیں۔

جاں فدائے علی محمد باد کاں محبت بہ ہتواری کرد

"میری جان علی محمد پر فدا ہو کہ انھوں نے محبت کو مضبوط کر دیا"

(۷)

دنیا کے معاملات اور اس کے ہر جزو پر شاعر کی نگاہ بڑھتی ہی معمولی واقعہ سے
 غیر معمولی طور پر متاثر ہوتا ہے غیر معمولی واقعات کی تاب نہیں لاتا، بازار عالم میں سولے
 وفا ہمیشہ گراں رہا ہے اب گراں تر ہو گیا ہے، حضرت فدائی اس کو اس طرح بیان کرتے

ہیں۔۔۔ امتحان وفا نمودم چند

وہ سناں را من ز مودم چند

اپنے شب و روز کے آلام کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔۔۔^(۸)

شکرِ فدائی کہ روزِ نازل در دوالمِ شام و صبحِ بیداد

”اُو فدائی خدا کا شکر ہو کہ اُس نے مجھے صبح و شام (رات و دن) در دوالمِ دے دیا ہے“
 رنج کی جب انتہا ہو جاتی ہو تو انسان شکوے کی جگہ شکر کرنے لگتا ہو، یہ صورت بھی کہ
 بلند حوصلہ، عالی ظرف شکوے کی جگہ شکر کرتا ہو، مذہب کی یہی تعلیم ہو۔

حضرت فدائی نے اسی خیال اور مسئلے کو بیان کیا ہے، آئیے اس مسئلے کو دوسری طرح
 بھی سمجھ لیں۔ لیٹے نے جب مجنوں کا کاسہ گدائی اس سے لیکر زمین پر پٹاک دیا تو مجنوں پر
 وجد طاری ہو گیا، دوسرے فقیروں نے پوچھا کہ ”اس سرور کا کیا سبب ہے؟“ اس نے
 جواب دیا کہ ”محبوب کی نظر امتیاز کی ذرہ نوازی“ انسان بہت مشکلوں سے اس مقام پر
 پہنچتا ہے حضرت فدائی اسی مقام کی حقیقت بیان کر رہے ہیں۔

رندیِ مستی

حضرت فدائی صفتِ ماتم پر ہیٹھ کر مئےِ مسرت و شادانی کی جرعه کشی کی بھی تعلیم
 دیتے ہیں، خود مست ہوتے ہیں دوسروں کو مست بنانا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱)

رندیِ مستی بہ دماغِ فرود سا غرمو بہرِ سلام بہ داد

”اُس نے میرے دماغ میں رندی اورستی بٹھادی، میری فلاح کے لیے سا غرمو دیدیا“

اور شعرا کی طرح یہ نہیں کہا کہ رندی اورستی میرے دماغ پر طاری کر دی اس لیے نتیجتاً
مجموعہ اور مجنون بنا دیا بلکہ یہ کہا کہ رندی اورستی کو میری قوت دماغ بنا کر اس قوت
کو بڑھا دیا ہے کیسا نامعلوم اور انوکھا طریقہ بیان ہے؟

(۲)

شاہد و ساقی و مطرب ہمہ مطلوب من بہت
کیش من پیروی بہر منانے وارو

کہتے ہیں کہ مستی اور رندی کا مذہب شارع رندی و مستی (بہر منانے) کی پیروی ہے اور
بس۔

(۳)

مستی و رندی کی اس طرح تعلیم دیتے ہیں :-
صبح دم خو خور و محبوب جانان بر خیز
مست و لایق و خود رفتہ و نالایق بر خیز

(۴)

فرماتے ہیں کہ مستی اور رندی کی ”آمد“ کے مقابلے میں ”نہد“ کی آورد و مکر و فریب، تکلف
و تصنع ہے۔
چہ و دستار یا شد بہر نہ
رشتہ بسج زان نگار نہ تر

مطلب یہ ہو کہ ظاہری زیب و زینت تسبیح کی گردش وغیرہ حصولِ دنیا کے لیے جال ہو
تعلیمِ اخلاق

شاعر، صرف خمِ شراب میں گرا کر دور سے تماشا دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ وہ اخلاق کی
 تعلیم سے روح کو آراستہ بھی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت فدائی اس رنگ میں اس طرح
 جلوہ گر ہیں۔

(۱)

صفتِ دیدہ ز گس بہ تماشا ہے جہاں

چشمِ بکشا و بکا ہے کن و حیراں بر خیز

”ز گس کی طرح آنکھیں کھول کر دنیا کا تماشا دیکھو، اور مناظرِ عبرت سے حیراں ہو جاؤ“

کیونکہ انسان فی بصیرت کا یہی تقاضا ہے۔

(۲)

مہیبتِ درپس ہر رات تھے ہست

کجا باشت گلے از خارِ فارغ

ہر راحت کے پیچھے مہیبت لگی ہوئی ہے، جیسے ہر بھول کے ساتھ کانٹا ہوتا ہے، انسان

کو راحت میں گم ہونا نہ چاہیے۔

(۳)

ندامِ صورتِ تجز و دستِ ردل منم از منتِ اغیارِ فارغ

اپنے دل میں دوست کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا، مجھے غیروں کے احسان کی پرہیزگاری
وفاداری اور توحیدی کے یہی معنی ہیں۔

(۴)

دل قاروں بہ حسرت می برورنج

مالدار بخیل کے پاس حسرت و یاس کے سوا کچھ نہیں ہوتا، توکل اور استغنا کی تعلیم ہو۔ ان
عناصر شمر کے علاوہ کلام فدائی میں زور بخیل، تشبیہ و استعارے کی فراوانی، اور تمام
ضروریات بہ کثرت موجود ہیں۔

موازنہ

کلام فدائی کی خصوصیات کا بیان نامتام رہ جائے گا اگر ان کے کلام کا موازنہ ان کے
پیشرو شعرا سے نہ کیا جائے گا۔

موازنہ کرنے سے پہلے یہ بتانے کی ضرورت ہو کہ حضرت فدائی نے کس خصوصیت
کو نقطہ نظر بنایا ہے؟

یہ پہلے بتایا گیا ہو کہ فدائی، فارسی میں حافظ-جہمی-حزین کے کلام کو پسند کرتے تھے
اور حتی الوسع انہیں کے نقش قدم پر چلنے کی ان کی کوشش بھی تھی۔

حافظ، ہل ممتع اور خمریات میں اپنا جواب نہیں رکھتے، جہمی نے اپنی غزلوں میں

تصوُّف کے مقامات طے کیے ہیں، حزنیں سراپاے سوز و گداز ہیں، فدائی نے ان تینوں کے کلام کا عطر مجموعہ طیار کر کے اپنے کلام کو مشک افشاں اور روح نواز بنایا ہے۔
 ان کا دیوان یا مجموعہ تفسیر غزل حافظ سے شروع ہوتا ہے، حافظ کے رنگ میں کہاں تک ڈوبے ہیں ہمارے علاوہ مبصر نگاہیں بھی بنا سکتی ہیں۔
 دوسری غزل حافظ کی غزل پر ہے اور اس جام میں بھی حافظ شیراز کی محو و آتش جھلک رہی ہے تیسرے نمبر میں بھی حافظ کی غزل تفسیر ہے، اس میں بھی وہی رنگ، وہی کیفنا وہی بیخودی، وہی مستی ہے۔

چوتھی تفسیر مولوی محمد مصطفیٰ آثم ولید پوری کے رنگ کا چہرہ یا نقش ثانی ہے، آثم مرحوم مولانا محمد فاروق چریا کوٹی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور فارسی کے خوش گو شعرا میں شمار کیے جاتے تھے، فارسی کے ساتھ عربی کے مناسب ٹکڑے تغزل کی شان بھی جاتی تھی، حضرت فدائی نے وہ شان بھی بالکل سے قائم رکھی ہے، اگر یہ نہ بتایا جائے کہ آخر کا شعر آثم کا ہے تو فدائی اور آثم میں فرق محسوس کرنا دشوار ہے، نقاش کا سب سے بڑا کمال یہی ہے فدائی کی بیشتر غزلیں حافظ کے رنگ میں ہیں، اس سے کم جامی کے رنگ میں، اس سے کم حزنیں کے رنگ میں۔ حزنیں کے رنگ میں ایک غزل کچھ لکھی ہے تو فدائی کی قدرت سمجھ میں آجائے گی، یہ غزل حزنیں کی رویت اور قافیہ میں بھی ہے

اس جگہ ہم دونوں غزلیں درج کر دیتے ہیں تاکہ موازنے میں آسانی ہو۔

حزین

- ۱- زہر غم ہجرت و بجاں کا رگڑا فدا
امید وصال تو بہ عمر دگر ا فدا
- ۲- در قلندرم دل نیست ہمانا خم خوںے
کنہ دیدہ بدامن ہمہ نخت جگر ا فدا
- ۳- ای آنکہ کنی آتش دل تند بدامن
خوش باش کہ در خرمن جام نشتر ا فدا
- ۴- عشق تو ز ندر اہ خراباتی و زاہد
ایں شعلہ چہ شوقست کہ در خشتک تہ ا فدا
- ۵- در دامن شب طرہ ہیبت کشوے
بوے بد لغ آمد و شوے بہر ا فدا
- ۶- ماند بہ دل تنگ نہ آواز نہ بسمل
ہر صید کہ در دامن تو پیدا و گرا فدا
- ۷- ایں اکس غزل نغمہ ہریان عرقت

قدائی

- ۱- از دست بشد دل چون نکاح ہم بہر ا فدا
چوں رلف بدیم ہمہ غمہا بہ سر ا فدا
- ۲- کار عجم در چہ سین و ہر دور ا فدا
کز نخل مراد ہم ہمہ برگ و ثمر ا فدا
- ۳- منت کش عشقم کہ بیک نیم نگاہی
صدناوک و لدوز بہ جان جگر ا فدا
- ۴- چوں مرغک زیرک سخن مہر بہ سنجید
صیاد نگروید و بدام اثر ا فدا
- ۵- چوں ماہ من از چہرہ خود پردہ برگند
از روی نظر جلوہ شمس و قمر ا فدا
- ۶- مجنوں ہنق دشت فری ز من آموخت
از جوش مے عشق بہ جام دگر ا فدا
- ۷- ای بے خبر از حال قدائی کہ نہ دانی

فَدائی

حزین

شبِ چٹ بے رنگ کُے تو اور اگدر افتا

کز کلابِ حزین تو چو رنگیں گہر افتا و



حزین کی غزل معنوی اعتبار سے گداز کا مرقع ہو، فدا فی نے اس رنگ کو اس طرح اڑایا ہے
کہ ایجاد کی مستقل صورت ہو گئی ہے۔

حزین نے وطن سے دور رہنے کی وجہ سے اپنی غزلوں کو اکثر وطن کا مہربان بنا دیا ہے،
وطن کی ایک ایک چیز حسرت سے یاد کرتے ہیں اور اپنی غربت پر سینہ کوئی کرتے ہیں
وطن کے احباب اور اعزا کی بے مروتی پر سر دھنتے ہیں۔

فدا فی نے اپنے وطن کے سلوک سے اس قدر متاثر معلوم ہوتے ہیں کہ ان کا دل جناب
کا پھوٹا ہو گیا ہو ظاہر ہے کہ اس قسم کا فدا و رنگ اور بیان کے توافق کا بہت کچھ موردِ ہونہ

آہِ عنذِ لبِ ل کے کریں آہِ و زاریاں

تو بے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

غزل ایک قسم کی آہ ہوتی ہے جو چوٹ کھائے ہوئے دل سے بے ساختہ نکلتی ہے، البتہ
فرق ہوتا ہے طور اور طریقے کا۔

اس جگہ دونوں شاعر اپنے اپنے انداز میں ایک ہی قسم کے زخم سے سبلِ دلوں کو دیکھنے والوں کے

سامنے رکھ دیتے ہیں۔

فدائی کا یہ کمال دیکھیے کہ جب حزن کے رنگ میں کہتے ہیں تو حزن کی خصوصیت
طرزِ ادا، ترکیبِ انشست، الفاظ، معنوی بلندی، بیساختگی سب کچھ لے لیتے ہیں۔
اچھا آئیے اب اسی ”مثالِ حزن“ شاعر کو ”جامی“ کے جامے میں دیکھ لیجئے۔

غزلِ جامی

چہ گویم کہ غمتِ چوں می تپد دل

چو صیدِ غرقہ درخوں می تپد دل

رُفے لطفِ دستے برولم نہ

بہیں کہ دستِ تو چوں می تپد دل

چو مرغِ افادہ اندر دامِ صیاد

مرا ورنہ لطفِ افروں می تپد دل

چو آں ماہی کہ بیرون افتد از آب

ز بزمِ وصلِ بیرون می تپد دل

نخستین جنبشِ آہِ جنبشِ عشق

حریفانِ رانہ کنوں می تپد دل

غزلِ فدائی

بہیلی گشتِ مجنوں می تپد دل

گفتا پے منتِ چوں می تپد دل

بہ شوقِ بادہ درخوں می تپد دل

ز حدِ وسعِ بیرون می تپد دل

ندامِ آتشِ ہجرت چہا کرد

دروں ہوزد کہ بیرون می تپد دل

بہ دردِ عشقِ چوں ہم رنگِ بون

پے فراد و مجنوں می تپد دل

بقیدِ تنگنائے ضبطِ تاکے

برائے کوہِ دہاموں می تپد دل

چسکین جامی بو بخشش

کہ امروزش گرگوں می تپدل

بدام کاکل پیچاں فند جاں

بتاب زلف شنگوں می تپدل

حدیث عشق تا تکرار کردند

بہ الفاظ و مضمون می تپدل

ربا بد عقل کے زہر غمش را

ز تریاقِ فلاطون می تپدل

کلامِ خوب رنگیں جاں فزاید

بہ شعرِ نفرو موزوں می تپدل

چومرغِ قبلہ رودارم بہ کولیش

مرادِ سینہ افزوں می تپدل

شنید ستم کہ مستی غم ربا بد

من آن ستم کہ افزوں می تپدل

لیتم و بوالہوس دیدم کہ اورا

بہ جمع گنج قاروں می تپدل

ترا دیدم فدائی باہمد درو

بہ بذل جان محضوں می تپد دل

حضرت جامی پہلے شعر میں فرماتے ہیں کہ ”ہیں کیا کہوں اک تیرے غم کی وجہ سے دل
کیونکر تڑپتا ہو، (بس سمجھ لے کہ) خون میں لٹھڑے ہوئے نوکرا کی طرح تڑپتا ہو۔“

اس میں کیا شبہ ہو کہ حضرت جامی کا مطلع اپنے انداز میں جواب نہیں رکھتا،
تڑپنے کی تصویر ایسی مثال سے کھینچی ہو کہ اس سے بہتر سمجھ میں آنا مشکل ہو۔

حضرت فدائی نے نیا اسلوب سامنے رکھا ہو، کہتے ہیں ”جنوں نے لیلیٰ سے کہا کہ میرا
دل تڑپ رہا ہو لیلیٰ نے جواب دیا کہ ”میں تیرے پا تیرے دل کی تڑپ جب دیکھتی ہوں
تو میرا دل بھی تڑپ اٹھتا ہو“

سبحان اللہ! عاشق کے عشق کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہو کہ معشوق کو مٹا
کر لے، جنوں کی عمر بھر کی ہنسی اور ہر آنورہ کی، سگ لیلیٰ کی پابوسی، اس کی گلیوں
کا طواف، فرما دی کہ وہ کسی جوئے شیر لانے کی کوشش معشوق کے دل میں گھر کر کے کیا ہے
تھی، یہ تو عشق مجازی کا رنگ ہو، عشق حقیقی کا رنگ اس سے بھی زیادہ چمکا ہو، حضرت
امیر خسرو اپنے پیر کو قبلہ عشق مان کر ان کا طواف کرتے ہیں، حضرت جلدیو شلی، سرمدیہ
جو کچھ کرتے ہیں اسی راہ اور منزل کی طلب میں لیکن نتیجہ وہ ہوتا ہو جو سب کو معلوم ہو۔“

فدائی نے اس منزل کو عاشق کے دل کی تڑپ سے دم بھر میں طو کرا دیا، اس تپیل کی کیفیت اور تاثیر بے حد کی وہ حامل جاتی ہی جو پائے طلب سے اکثر دور رہا کی ہو۔

حضرت جامی چونکہ جام عشق حقیقی کے سرشار تھے اس لیے ان کے سامنے ایسی ہی ”م“ پیش کی ہی جس کو پیٹے ہی انسان عرفان کی آخری منزل پر پہنچ جاتا ہو۔

حضرت جامی دوسرے شعریں فرماتے ہیں کہ ”ازراہ لطف میرے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھ تو لو کہ یہ دل اب کیونکر تڑپتا ہو؟“

حضرت فدائی فرماتے ہیں کہ ”سیراب دارغوانی کے شوق میں دل، خون میں تپتا ہو، اس کا خون میں تڑپنا ایسا ہو کہ اپنی وسعت اور اپنی بساط سے باہر کام کر رہا ہو، اس شعر میں زحد و سحر کی ترکیب اور بلاغت کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

اس طرح غزل کے تمام اشعار میں ”فدائی“ نے اسی قسم کا کمال اور زور بیان دکھایا ہو، ”بیروں“ کا ایک اور قافیہ دونوں جگہ اس طرح ہو۔

فدائی

جامی

ندائیں آتشِ ہجرت چہا کرو

ہو جاں ماتی کہ بیروں افتد از آب

دروں سوزد کہ بیروں می تپول

ز بزم وصل بیروں می تپد دل

حضرت جامی فرماتے ہیں کہ جس طرح چھلی، پانی سے باہر نکل کر تڑپتی ہو، اسی طرح بزم وصل

باہر دل تڑپ رہا ہے“

حضرت فدائی کہتے ہیں کہ ”میں نہیں جانتا کہ تمہاری ہجر کی آگ نے کیا کیا؟“

اندر جل رہا ہے یا باہر تڑپ رہا ہے“

دونوں شعروں میں وہی قافیہ مشترک ہے لیکن اندازِ بیان نے ایک دوسرے کو بالکل الگ کر دیا ہے۔ حضرت فدائی نے بیانِ شک سے شعر کو معنوی حیثیت سے بہت بلیغ کر دیا ہے، اگرچہ اُس طرف حضرت جامی کا انداز بے مثال ہے۔

حضرت ”فدائی“ جو دوسری جگہ ”حدیں“ کے رنگ میں جلوہ گر تھے جامی کے لباس میں بہ آں خوبی و رعنائی جامی بن گئے ہیں۔

یہ چیز سیسی ہے کہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ عطیہ الہی کی نوازش ہے۔

فدائی کے مجموعہ کلام فارسی کی یہ خصوصیت یاد رکھیے کہ اس کے تمام اصناف میں اگر تقلید ہو تو شک ایجاد بن گئی ہے اور اگر ایجاد ہو تو اس کا جواب مشکل سے مل سکتا ہے۔

اب اس کے بعد حضرت فدائی کے اُردو کلام پر تھمرے کی بارش ہے۔

ادبیاتِ اُردو

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ فارسی گوئی میں کمال رکھنے والے اُردو کی زمین میں کھلتے پھولتے نہیں، اسی طرح باغِ اُردو کے سرسبز و بار آور گلشنِ فارسی میں اگر مرجھا جاتے ہیں، ایسی ہستیاں کم ہیں جو دونوں قلیبوں کی ایک ساتھ فاتح ہوں۔

حضرت فدائی حقیقتاً فارسی کے شاعر ہیں، لیکن اُردو میں بھی ان کا رنگِ استیلا کے ساتھ ملحدہ ہر وہ مومن کے تغزل اور حضرت آسی کے تصوف، داغ کی زبانِ درد کی چٹکیوں سے اپنی غزل کا گلہ سہ تیار کرنا چاہتے ہیں، حیرت بر حیرت یہ ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اُردو میں غزلوں کی تعداد اور اصنافِ مخصوصہ نظمیں کے مقابلے میں بہت کم ہے، فارسی میں تو کسی سے کم نہ تھا، بعض اقوال یہ ہیں کہ مولانا نجم الدین چریا کوئی ستہ مشورہ سخن کیا تھا لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں، البتہ یہ صحیح ہے کہ مولانا سے موصوف کے ساتھ مجالستِ قہیں ضرور ہو چکا تھا، اُردو میں تبرکاً حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ملحدہ نامزدہ میں شامل ہو کر ان کے کمال کے معتقد بن گئے،

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت آسی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے سجاوہ شاعری کے

شیخ اعظمؒ تھے تصوف کی شاعری میں ان کا جو رنگ ہو ان سے پہلے اور ان کے بعد ان کا مثل نظر نہیں آتا۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت فدائیؒ، خواجہ میر دردؒ کے رنگ میں جلوہ نما ہیں

(۱)

۱۔ جینا آزار ہو گیا ہو مرنا دُشوار ہو گیا ہو

۲۔ جو داغ و فاقہ دل میں دشن وہ شمع مزار ہو گیا ہو

۳۔ سرمایہ نشہ جو آتی پیری میں خمار ہو گیا ہو

۴۔ کچھ ٹھیک نہیں دل و جگر کا جب سے غم یار ہو گیا ہو

بقول جناب آرزو صاحب آب حیاتؒ درد چھوٹی بھروں میں نشتر چھبوتے ہیں، فدائیؒ نے بھی نشترستان آراستہ کیا ہو۔

چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ داغ کی زبان کا آئینہ ہو، ساتھ ہی ساتھ محاورے کی طلسم بندی سے بھی نہیں چو کے ہیں۔

(۲)

اسی رنگ میں دوسری غزل ملاحظہ فرمائیے۔

جوانی گئی زندگانی گئی وہ قصہ چکا، وہ کہانی گئی

مجھی تک تھا سب کوہِ زندگی نہیں میں تو سب بگمائی گئی

پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں قصہ چکا، کیسا دل نشین محاورہ ہو، روانی کی یہ نشان ہو کہ دریا

موجوں کے ساتھ رواں ہو۔

حضرت آسی کے رنگ میں دیکھیے:-

(۱)

۱۔ اس اپنی فقیری میں نہ کچھ مال نہ زر ہو تھا اک دل آگاہ، وہ اللہ کا گھر ہو
۲۔ ہم سمجھے ہیں کچھ نفی، حقائق کے طلسمات معشوق وہ ہو جس کے دہن ہو نہ کمر ہو
پہلے مصرعے میں سامانِ دنیا کی نفی کی ہو، دوسرے میں دل کی یا خود اپنی نفی کی ہو پھر اس
سے دعویٰ افلاس اس طرح ثابت کیا ہو کہ کسی کو یا رے دم نہ دن نہیں، دوسرے مصرعے
میں یہ نکتہ بھی دیکھ لیجئے کہ دل اپنا نہیں ہو بلکہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہو، گویا اس بیت
کی طرف اشارہ ہو کہ ”مومن کا دل خداے حرمین کی انگلیوں کے درمیان ہوتا ہو وہ جس طرح
چاہتا ہو اس کو پھٹ دیتا ہو“

اس مضمون کو اس انداز اور اس طرز میں کہا ہو کہ مصرعہ سراپائے کیف بن گیا۔ یہ انداز بیان
بالکل حضرت آسی کا ہو ”دل آگاہ“ کی ترکیب بھی انھیں کی ہو مثلاً ایک جگہ حضرت آسی
فرماتے ہیں:-

حرص دولت کی نہ عروجاہ کی

ایک حضرت ہو ”دل آگاہ“ کی

دوسرے شعر کے پہلے مصرعے کی ترکیب حضرت آسی کی ہو، طرز بیان بالکل ایسا ہو کہ

معلوم ہوتا ہو کہ حضرت فدائی کے نام سے جناب آسی درفشیں ہیں۔

(۲)

یہ غزل بھی حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا کس ہو۔

ڈٹا نہیں تارِ زندگانی اندر سے زورِ ناتوانی

میرے لیے وعدہ نگارہ موسیٰ سے خطابِ لٹانی

حضرت فدائی نے اکثر غزلیں حضرت آسی ہی کے رنگ میں لکھی ہیں، "السناؤ کا معدوم"

دوسرے شعر کا تتبع بھی کیا ہو چنانچہ آپ نے اردو کے طرز کا نمونہ دیکھ لیا ہو، اب ہر من

کے انداز میں ملاحظہ فرمائیے۔ (۱)

۱۔ بواہوں میں گئے جو کہتے ہیں ستم کرتے ہیں سچے عاشق پہ تو مستحق کر کہتے ہیں

۲۔ آہ ناکہی دل ہائے ہجوم اندہ دیکھیں کس طرح سے ستم شہِ غم کرتے ہیں

۳۔ ایک ہ ہر جا کہ ستم ڈرتے ہیں ہم پر ایک ہ ہر جا کہ جتنے ہر کس م کرتے ہیں

جو لوگ مومن کی جا و رنگاری پیش نظر رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ "فدائی" نے عام غزل

میں "مومن" کے آئے لگا دیئے ہیں۔ (۲)

ذیل کی غزل میں "مومن" پر وہ التباس اٹھا کر صاف صاف دل رہے ہیں۔

۱۔ نگاہِ از سے تیسری بچا کب قدر کہتے ہیں کس کو اور نقص کیا

۲- ہماری بے دلی، تیرا تنافل جھاکیا چیز اُمید وفا کیا
اچھا اب داغ کی سلاست اور زبان کا مزہ بھی لے لیجیے۔

(۱)

۱- حرفِ مطلب سوال سے چھوٹا مدعا، عرصہ حال سے چھوٹا
۲- خوش ہوں دیوانہ بن کے اور واعظ تیری بحث و جدال سے چھوٹا
اسی رنگ ہیں دوسری غزل کے بھی دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

۱- دل درو پسند ہو گیا ہو وقف غم چند ہو گیا ہو
۲- جاں دیتے بہائے بوسہ لکین دل ان کو پسند ہو گیا ہو

ان مثالوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ کہنا آسان ہو گیا ہو کہ ایک فدائی اپنی ہمہ گیری سے آتشی بھی ہیں اور مومن بھی، درد بھی ہیں اور داغ بھی، یہ اتنا بڑا کمال ہو کہ اس کی نظیر شکل سے ملتی ہو حضرت آتشی کی مشہور غزل ہو۔

کچھ کہوں میرا جو کتنا کچھے چاہنے والے کو چاہا کیجیے

اس تفسیر لکھی ہو، اس میں بھی حضرت آتشی ہی کا رنگ ہو، تصوف کے مقامات، ترکیب کی سہجی، بندش کی بے ساختگی، لطف زبان، سلاست، چند الفاظ میں بڑے سے بڑے مضمون کہہ پانا، آتشی کی جتنی خصوصیتیں ہیں فدائی کی تفسیر میں موجود ہیں۔

ایک نکتہ قابل بیان ہے، عام طور پر تفسیر کا نہ تو کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ اصناف سخن میں اس کا کوئی درجہ ہو، لیکن فدائی نے جہاں کہیں تفسیر کی طرف توجہ کی ہے اس کو بلند اور نہایت درجے کر دیا ہے۔

آسی کی مشہور غزل بچا ہنسنے والوں کو چاہا کیجئے، پر فدائی نے حقانیت سے تفسیر کی ہے بلا مبالغہ اس کی مثال دنیا کے تفسیر میں نہیں ملتی۔

تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اشعار اور خیالات مقدمہ کی صورت میں مسلسل ہوں تاکہ نتیجہ اس کے مطابق ہو۔

یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شاعر کے شعر یا مصرعے کی تفسیر ہوتی ہو وہی نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرے اشعار مقامات ہوتے ہیں، اس کا توازن بہت مشکل ہے، جس میں یہ توازن جس قدر بہتر ہوتا ہے وہی فدائی

تفسیر کا میاب کہی جاسکتی ہے، اس نقطہ نظر سے فدائی کی تفسیر کا ایک پس منظر فرمایے

سجدہ کرتے ہیں حقیقت دیکھ کر حق کا جلوہ، حق کی قدرت دیکھ کر

ہو گیا میں محو حیرت دیکھ کر کس کو دیکھا اس کی صورت دیکھ کر

جی میں آتا ہے کہ سجدہ کیجئے

”جی میں آتا ہے کہ سجدہ کیجئے“ کے ٹکڑے کو ہر مصرعے میں چسپاں کیجئے اور دیکھئے کہ یہ ٹکڑا کہاں کہاں

ہو اور آپ کا دل اس ساز ہوش رُبا پر کیا کہتا ہے؟

ہم نے اس غزل پر اکثر شعرا کی طبع آزمائیوں کا زور دیکھا ہو لیکن ہم اس تفسیر کے متعلق بیباک
کہہ سکتے ہیں کہ ”تو پھر نہ دیکھی“

متفرقات میں ایک شعر کی لطافت اور پاکیزگی دیکھئے:۔

قافی کی احتساب کی ساقی! جال تھی پی ہم نے وہ شراب پہلے حلال تھی
نظموں میں گزارش کے عنوان سے جو نظم (غزل نما) لکھی ہو، اس کی تحلیل کر کے دیکھیے
تو معلوم ہوگا کہ کثیر المعانی و رتوں کے مضمون کی روح کھچکر چند شعروں میں رکھ دی ہو
”ساقی نامہ“ کے اشعار و دیباکے لہروں کی طرح رواں ہیں، زبان کی خوبی اور ادا کی
برہنگی میں ”مومن“ کی شنوئیوں کا سوبہ موخا کہ ہو۔

”رباعیوں“ میں ”درد“ کی چٹکیاں، خیام کی طرح اخلاق کی شہد آئینہ تلخیاں، محرک قبول
طبائع ہیں، مثلاً لکھتے ہیں:۔

فکر و ملت نہیں کرینگے کبھی ذکر الفت نہیں کرینگے کبھی
دوستوں کو بھی آزما دیکھا اپ محبت نہیں کہیں گے کبھی

اگرچہ عام طور پر یہ ذوق رباعیوں میں رائج نہیں سا تذہ نے اس کو جائز کیا ہو
کہا جاتا ہے کہ ”شاعر“ کا اور اک مستقبل کو بھی دیکھ لیتا ہو، حضرت فدائی نے اپنی بیاری قابل
علاج کی حقیقت سمجھ کر اپنی وفات کا قطعہ ”تاریخ لکھنؤ“ میں لکھا ہے:۔

عشق میں کچھ نام اپنا کر لیا داغ حسرت کا دلوں پر دھر گیا
سال لکھئے از سرِ آہِ حزیں دوست کہتے ہیں فدائی مر گیا

اس میں ۳۳۶ سال نکلتا ہے، اس سال نہیں دوسرے سال انتقال ہوا اس لیے
از سرِ آہِ حزیں کی جگہ از سرِ باغِ بہشت سے ۳۳۶ سال نکال کر یہ قطعہ لوح مزار پر کندہ کیا
گیا۔ حضرت فدائی آج دنیا میں نہیں ان کے کارنامے معلوم نہیں صفحہ ہستی پر کب تک نقش
نکارتے رہیں گے؟

میرے بزرگ محسن! جس طرح آپ نے اپنی زندگی میں اکثر میری عزت افزائی کی
تھی اسی طرح جابِ باطنی سے جہاں انسانی نظریں اور انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی آپ کے
روحانی تصرفات نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ مجھ ناچیز اور بچہ پیرز سے اپنی سوانح کی ترتیب
کی خدمت لیکر ان نقوش پریشاں کو معلوم نہیں کب تک باقی رکھنے کا سامان کر دیا ہو
اللہ تعالیٰ قیامت تک آپ کی روح پر رحمت کاملہ اور مرضیاتِ مخصوصہ کی بارش
کرتا رہے۔ آمین

کیفتی چریا کوٹی

ہندوستانی انٹیڈیمپٹی، ممبئی متحدہ، الہ آباد

۱۶ اپریل ۱۹۳۴ء

حصہ اول

فارسی

تضمین بر غزل حضرت لسان الغیب خج اشمس الملت الدین

حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ

الایا ایہا المطرب بکن سارے ناما ملہا دف چنگ و باب آبی کہ بریای غم از دلہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

کہ عشق آساں نمود اول و لے اُفتاد مشکہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

کہ عشق آساں نمود اول و لے اُفتاد مشکہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

کہ عشق آساں نمود اول و لے اُفتاد مشکہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا الایا ایہا الساقی اور کاسا و ناو لہا

شکستہ بادبان و تند باد و ناخدا غافل شب یک بیکم موج و گرد آبلے چنیں ہائل

کجا دانند حال ماسکسار ان ساحلہا

مترس از بیم قوائے کہ مفتی زماں گوید مترس ز زہد و تقویٰ یکہ اعطایں گوید

مراہیر طریقت از دار و دو جہاں گوید بہ موجدہ رنگیں کن گشت ہیر مہاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

زمانہ در پئے آزار و ن اندر کیں ہستم بہ ہر یار دل بندم بہ جور یا خر سندم

اگر قرب وصال یا حاصل ہم شود و نیم مراد منزل جانانچ من عیش چوں ہر دم

جرس فریادی دار و کہ بریندید مٹلہا

مراد عیش مستی بر در محو خانہ دید آخر بگوش خویش ہائے ہوی ستانہ شنید آخر

بہ ہر دم غیر نام من برسوائی رسید آخر ہمہ کارم ز خود کائی بہ بدنامی کشید آخر

نہاں کو ماند آں الے کرو سار مجھلہا

قدائی تو مستانہ سخن گوید شنو حافظ نیر دلالت دنیا بہ قدر ہم جو حافظ

موشون مگذار و رہ تقویٰ مرو حافظ حصوئی گریہی خواہی از غایب مشہ حافظ

متی تعلق من تہوی شع الدنیا و اہلہا

غزل

پیے تعظیم خنجر با پیے تو قیر بسملہا
 رمیدن آید از جاہنا پیدن آید از دلہا
 نہ جوش عشق مجنونے نہ شور حسن لیلای
 مروت آید از جاہنا محبت خیز از دلہا
 شراب ساقی و شاہد ہستی نہ سبب عشقم
 کجا دانند رہ گم کرد گال تدبیر منزلہا
 یہ حد ذوق خود را ہش گیتی ہر کسے پوید
 ز مجنوں جوش صحرا ز لیلے ناز محلہا
 محو و مستوق و مستی زندی اصل عرفانے
 نہ زہد و طاعت طامات و جد حال محفلہا
 میان مشکل آساں ندارد عشق تمیزے
 نمی پرسم ز آساہنا، نمی ترسم ز مشکلفہا
 بابے ندگانی تا نمی خواہی و نہ کردن
 نہ از عشق نتوان کرد بر سجادہ دلہا

من از صائب نمی خواہم نہ از ناصر علی چمنے

فدائی را نمی زید چہ نہیں تحصیل صہلہا

غزل

غزل



کجاسیرِ نو نگیر و لطفِ اہ قطع منتر لہا کجا در ماندگانِ لکھنو و پائے در گلہا
 دوانا سازگار آمد بہنا سازی بختِ من کہ عشق آساں تہود اول لے افتاد مشکلا
 بہ بحرِ درو افتاد مہاں موجیکہ من ہم گجا دانند حالِ ماسکسار ان سا حلہا
 نئی سازم بہ تدبیرِ کلن رجوشِ ناکامی کہ سالک بے خیر نبود ز راہ و رسم منتر لہا

نہ تاب دیدمی دارم نہ ضبطِ ہجری بیہم
 بہ بختِ من فدائی عقدِ بابتِ مستکلا

تضمین بر اشعار حضرت حافظ شیرازیؒ

چوں نمی پرسی من بدنام را خسته و غم دیدن و ناکام را
 ہیں من بدست وئے آشام را ساقیا بر خیز در وہ جام را
 خاک بر سر کن غم ایام را
 من مے و ممشوق خواہم ہر زماں عشق و رزم در عیان و در نہاں
 بخود و دیوانہ بودن در جہاں گرچہ بدنامی است نزد عاقلان
 مانمی خواہم ننگ و نام را
 جیہ و دستار باشد بہر زمر رشتہ قبیح زان مکارہ تر
 زہد و تقویٰ اے فدائی پر خطر ساغر مے در کف نہ تاز سر
 بر کشم این دل ازرق فام را



تضمین برشم

مولوی مصطفیٰ مرحوم

سہامُ جبک اذ ابحرج اتے ایلنا فزا د شوقا
 تو در حجاب و من از تمنا، بدل نہ دارم شیر شکیبا
 مے محبت، بجام انا، نہ در گلویم رسیدہ صہبا
 شنیدہ وصفِ جمالِ زیبا، نہ دیدہ محمل نہ دیدہ لیلا
 شغفتُ جہام صفتُ شوقاً و زودتُ لفاف من الخرابا



ماده تاریخ

وفات مولوی وکیل احمد صیدی قتی مرحوم

چون وکیل احمد زو دنیا رخت بست
صبر از دل با چو تیر از شست بست فت
چون بجز اندوه نه بود در جهان
از جهان باید مرا هم در گزشت

از سر پول در دل آمد سال غم

چون وکیل احمد زو دنیا رخت بست

۱۴ + ۱۴ = ۱۹ ۱۸ ۱۹

۱۹ ۱۸

قطعہ

کمال تو جمال عالمی هست جمال تو کمال عالمی هست
 بہ جاے خود نظیر خویش باشی مثال تو محال عالمی هست

غزل

تینج جفاے یار ستمگار نازک است از جان من کہ نازک بسیار نازک است
 عہد وفاے یار کہ بسیار نازک است لیکن دل من سیک از یار نازک است
 گیرم بے بستی است ولی پرسم از لبش اقرار نازک است کہ نگار نازک است
 رہبر بیا نوازو محو و مطربم بیار باشی گو کہ جیہ و دستار نازک است
 مطربے از چنگ غزل خوش بخواں ولی آہستہ زخمہ زن کہ گتار نازک است
 دامنم کہ وقت نزع نگاہم جفا کند یارب نگاہ دار کہ آن یار نازک است
 ہشیانیت کسں مرا و بیخود تو نیست فرقی میان بیخود و ہشیار نازک است
 یارب نگاہ دار ز آفات روزگار با ساقی کہ رشتہ میخوار نازک است

افسانہ شدائی غم دیدہ مگو

دامنم کہ طبع مونس غمخوار نازک است

غزل

— ❦ —

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| دختر رز را بہ نکاحم بداد | پیر مغال، نیک صلاحم بداد |
| ساغر مے بہر فلاحم بداد | رندی مستی بہ دماغم فزود |
| لا تحف و لیس جناحم بداد | گفت کہ خور بادہ و خوش مژدہ |
| لذت و مستی بصحاحم بداد | گر چہ بجاحم مے تقلید ریخت |
| درد کہ دردست و جناحم بداد | کاش کہ بودے بدل جان من |
| مختبم سالِ فلاحم بداد | تو بہ شکستِ سبب |
| جرعہ مے وقتِ صبحام بداد | ساقی ما جان و دلم شاد کرد |
| ساقی مے عہدِ مباحم بداد | یہج کسے را نہ سزد احتساب |

شکرِ ندائی کہ ز روزِ ازل

درد و المِ شام و صبحام بداد

— ❦ —

لے اس شعر میں اپنے بار و ورود کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس زمانہ میں لاحق تھا۔

غزل



سوزِ غمہائے در و غم در فراق چوں کند
 آہ آتشبارِ من سوزِ دجہاں را بیگماں
 اُفتِ در و دلِ من یک متاعے باد و بس
 رَحْمۃً للعالمین! من شفیع آورده ام
 زخمِ دل را چارہ سازم آن کہ مرہم بہند
 پارہ ہائے دل بچشمِ آرد سرشکِ انہوں کند
 چشمِ طوفانِ لے من از گریہ صبح چوں کند
 انچہ باشد غیر تو بخارِ غمت بیروں کند
 زان نخی تر رسم کہ ایند با گناہم چوں کند
 دردِ دل را آن طبیبم کو دلم را خوں کند

در دیارِ ما چنان کس ہم زیان ما بود
 در زمینِ ما قدر آئی یک غزل موزوں کند



غزل



سرشوریده به سودا آمد و حشتم بادیه پیمای آمد
 جور شکستن دل خجسته تو بود طرح دلداریم از ما آمد
 قصه عشق و حدیث شب بجز سرگزشت من مشید آمد
 چوں گل من به سرشت نخست طرح دیوانه رسوا آمد
 لذت بود مقرر دم ذبح شوق من حوصله پیا آمد
 طرز ویرانگی خانه بسین که درش روکش صحرا آمد
 خور ویاں که دلم را بروند خوش متاعیکه به یغما آمد
 جلوه ام بود که شد سوز کلیم خرمم برق تجلا آمد

انچه از زهد صدائی بوده

در خم زلفت چلیپا آمد



غزل



| | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| شب و ہر مغال ارند از زیر کردہ اند | صحبت ہر و عبادت اہمہ سر کردہ اند |
| ساقیاں خوش جادوئے در آب ساعز کردہ اند | ماہ را ہم عکس سے مہر انور کردہ اند |
| جان و دل ہر و نثار یار و لبر کردہ اند | دین و ایمان ہم فدائے آن تنگ کردہ اند |
| انچہ باشد در جہاں آن بد لہا دادہ اند | در خم ابرو سے او دلہا مسخر کردہ اند |
| در محبت چارہ دیگر نمی باید مرا | قطرہ محراب علاج غم مقرر کردہ اند |
| در نصیب باشد یک بوسہ لعل لبست | بنگنایں یا قوت اکبریت احمہ کردہ اند |
| سہرہ خط تو باشد خضر راہ مدعا | کاکل شیرنگ اسد سکندر کردہ اند |

در شبِ فرقت فدائی چوں بیایدے

ز آتشِ سوزِ دروں بالیںِ بستر کردہ اند

غزل



| | |
|-------------------------------------|------------------------------------|
| عاشق آن هست که دلِ اردو جانے دارد | درد دل و جاں طلبِ تیر و سنانے دارد |
| در دل سوزِ جگر آہ و فغانے دارد | از پیے اہلِ خیر شوکت و شانے دارد |
| خنجرے در کفِ بردوش کفن می دارد | عشق زبید اگر ایں طرز عیانے دارد |
| عاشق و بخود و آوارہ و سوا بدنام | عشق تمام است اگر نام و نشانے دارد |
| شاہد و ساقی و مطربِ مہمِ مطلوبِ بہت | کیش من پیرویِ پیر مغانے دارد |
| دخت از مایہ خوبی ست بخوانِ و ساقی | بزمِ مستانِ ہنگی عیش کیا نے دارد |
| داغ در سینہ مالکہ بخورشید زند | چاکِ دل صورتِ صد کا ہکشانے دارد |
| صفتِ پیرِ خرابات پیرس او واعظ | ریشِ خضر است کہ او چشمہ جانے دارد |

چارہ غم چہ کند فکر مد او اچہ کند

ایں فدائی کہ بسے در دہانے دارد



قطرہ

جاں فدائے علی محمد باد کاں محبت بہ استواری کرد
باہن خستہ غریب وطن دلہی کرد و غمگساری کرد

قطرہ

مردہ رازندہ لبِ لعلش ہاندم می کند دختِ تیسادعوی عیسیٰ مریم می کند
لذتِ دروم فزاید چارہ صبح و شام ہیں کہ از زخم بیاید انچہ مرہم می کند

مِطْلَع

من اندر پردہ ہی نالم کہ در دین عیاں گوید مرا در منے ست با جانان کہ چون شمع ہماں گوید

قطرہ

امتحان و فائز و دم چند دوستان را من آزمودم چند
انچہ حال ست کس نمی پرسد از دعا و از درودم چند

غزل

از دست بشد دل چون گناہم بہ برافقاد
 چوں زلف بدیدم ہمہ غمہا بہ سرافقاد
 کار عجم در چین دہر در افتاد
 کز نخل مراد ہمہ برگ و ثمر افتاد
 منت کش عشقم کہ بیک نیم گاہی
 صدنا و کب و لہ روزہ سچان جگر افتاد
 چوں مرغاب زیر کُخن مہر بہ سنجید
 صیاد بگردید و بدام اثر افتاد
 چوں ماہ من از چہرہ خود پردہ برافکند
 از روی نظر جلوہ شمس و قمر افتاد
 مجنوں سین دشت فردی من آموخت
 از جوش مے عشق بجام دگر افتاد

ای بے خبر از حال و تدانی کہ ندانی

شب چیں بہ بگ کوے تو اورا گزرافقاد

غزل



درو تو بدل دارم بے چنگ رباب اندر
 در عشق دے دارم، در آتش و آب اندر
 کہ نسقم و کہ مستم ہست دارم و کہ مستم
 کہ پیچم و کہ نازم کہ سوزم و کہ سازم
 فتنام ازل کردہ تقسیم بہ قدر دل
 غافل نہ برد فیضی از صحبتِ مہیاراں
 صد لغز بہ یک لفظ، صد لفظ بہ یک لغز
 خواہد کہ بہ پوشا نذر ازے کہ پودار
 ای پردہ نشین عشق، اردہ بحجاب اندر
 خونے بجگر دارم چوں بوبہ کباب اندر
 این مستی بے معنی خواب است بخواب اندر
 شبیم بہ قرار اندر، جو شمع بہ شباب اندر
 معشوق بنا ز اندر عاشق بعتاب اندر
 باشد پر طاووسے عمرے بہ کتاب اندر
 حسرتش بہ سوال اندر، عشقم بہ جواب اندر
 این مئے سپید خود، واعظ بجناب اندر

ایں راز بہ میخانہ ظاہر بہ فدائی شد
 ہستی بہ جہاں سببی مستی بہ شراب اندر



غزل



صبح دم و خور و موحِ جانانِ برخیز
 مست لایق و خود رفتہ و نالایکِ برخیز
 صفتِ دیدہ نرگس بہ تماشایِ جہاں
 چشم بکشا و نگاہ کن و حیراںِ برخیز
 دل گرفتہ منشیں فصل گل است و ساقی
 شرط عقل است از تو بہ پیشیاںِ برخیز
 نحتِ دل سوئے لیم آمد جاں مئی اہد
 ای بہارِ جن و عیسیٰ دوراںِ برخیز

پیشم آمد بسرِ کوچہ پری رخسارے
 کافرے عشوہ گرے زلف چو زنا بدوش
 گفتم میں کوئے چہ کوئیتِ اخانی کجاست
 ارمہ نوخم ابروے ترا حلقہ بگوش

ای کہ سرِ مشتہ صبرم بدلم می ہیچہ
 لب کشا و ز خودم دہ خبرے گفتِ جنوش



غرل



| | |
|-----------------------------------|--------------------------------------|
| در حرم کعبه شو یا محرم بتجانه باش | هر چه باشی باش اما بخود و دیوانه باش |
| حاصلت از زندگانی زلفت هیچ نیست | باش در قید ذلت چند و نسیه یانه باش |
| گوشه عزلت گنبد چشم از عالم پوشش | چون خضر از خلق عالم پاک آزدانه باش |
| از طواف کعبه باز آنگه از شیخ حرم | خدمت پریشان کن بروی مخانه باش |
| یا پده زهر لاهل یا پده جام وصال | یا بن پیوسته باشی یا زن بیگانه باش |

عارفی در عشق و الفت مستی و لایق

در طریق شرع و آیین عاقل و فرزانه باش



غزل



دل دارم عجب از کار فارغ هم از یار و هم از اغیار فارغ
 نه باشد یار از اغیار فارغ نه بینم هیچ کس از یار و فارغ
 سیر شوریده راه شکستم اینک شد از کارم در و دیوار فارغ
 پیویم من ره عشق و ملامت هم از آسای هم از دشوار فارغ
 مصیبت در پی هر راحته هست کجا باشد گلے از خار فارغ
 ندارم صورتی جز دوست در دل منم از منت اغیار فارغ
 دل قارون بحسرت می برد رخ که نفلس از غم دینار و رخ
 محبت کرد شیخ و برهن را ز قید سجه و ز نثار فارغ
 فراغت مایه صد بیخود بهاست بود هر بخود از هشیار فارغ
 نه خواهم من شوم منت کش درو شدم از لذت آزار و رخ

فدائی آن چنان از دل گستم
 که شد مارا نفس از تار و رخ

نظم

| | |
|---------------------------|------------------------------|
| اے وزیر احسن جیبِ شفیق | اے عزیز وطن جیبِ شفیق |
| یاد احباب و یاد گارِ عزیز | خوش نشان وطن جیبِ شفیق |
| ہر طرف از ہمہ تکلفها | اے ہر انجن جیبِ شفیق |
| خانہ ات خانہ بے تکلفِ من | من بہ تو، تو بہ من جیبِ شفیق |
| خلق را جملہ خانوادہ تو | یعنی ہر مرد و زن جیبِ شفیق |
| کرد تاثیر شہرتِ نامت | لکھنؤ را بہ من جیبِ شفیق |
| من بجائے تو، تو بجائے من | تن بجاں، جاں بہ تن جیبِ شفیق |

جز خدا ہیچ نیست مقصودے

یاد و ایں سخن جیبِ شفیق

غزل

بہ لیلیٰ گفت مجنوں می تپد دل بگفتا بہینت چوں می تپد دل
 بہ شوق بادہ درخوں می تپد دل ز حد و سح بیروں می تپد دل
 بدرد و عشق چوں ہمدرد بودند پئے فرہاد و مجنوں می تپد دل
 بقید تنگنائے ضبط تا کے برائے کوہ و ہاموں می تپد دل
 بدام کا کل پچپاں فتد جاں بتاب زلف شکیوں می تپد دل
 حدیث عشق تا تکرار کردند بہ الفاظ و ہضموں می تپد دل
 رباید عسل کی زہر غمش را ز تریاق فلاطوں می تپد دل
 کلام خوب و نگیں جاں فراید بہ شعر لغز و موزوں می تپد دل
 چو مرغ قبلہ رود اہم بکولیش مراد رسیہ افزوں می تپد دل
 شنیدم کہ مستی غم رباید من آں مسم کہ افزوں می تپد دل
 لیتیم بواہوس ویدم کہ اورا بہ جمع گنج قاروں می تپد دل

ترا دیدم فتدائی با ہمہ درد

بہ بذل جان محزونوں می تپد دل

غزل



| | |
|--------------------------|----------------------------|
| ساقی سے لعل نام خواہم | مے خواہم دہاں مدام خواہم |
| آوارہ کوئے عشق تا کے | وقت است کہ تنگ و نام خواہم |
| ز آغوش وصال بوسہ از لب | دایم تسلیم، مدام خواہم |
| یک جرعه زباوہ محبت | خواہم من تشنہ کام خواہم |
| در ابرو سے تو شکن نہ زید | شمشیر تو بے نیام خواہم |

آوارہ و ہرزہ گرد و بد نام

حیرت زدہ ام پیر نام خواہم



غزل

»❖«

چہ ہاے وہوے خوش مستانہ کردم تو لائے مئے و میخانہ کردم
بتاب شمع روئے مجلس قدس دل شوریدہ را پر وانه کردم
مہ و خورشید گردیدند با من چو دور ساغر و پیمانہ کردم
دل عشق بت کا فر گزیدم حریم کعبہ را بُتخانہ کردم

ز زہد و طاعت طامات و رندی

و تدائی توبہ مردانہ کردم

»❖«

غزل

کفر و ایمان من نہ اتم عشق را بہر کفم
 کافر عشقم مرا از زہد و تقویٰ کانیت
 من بآبِ رغوانی آبِ حیواں میخورم
 از شگستن بچہ ہر صلی نہ ہرگز بشکند
 محسوب من نہ ترسم عہد تو بہ مشکلم
 آہ بر من از تطاول ہائے شہائے فراق
 صد شبائے شب بیا در یک نفس طوفان
 آتشیں تیز نگاہ تو کہ بر من می فند
 در جگر صد آبلہ اور سینہ صد نشتر کفم
 جان ہمہ دل اذلای نام آں دلبر کفم
 جائے قرآن میں تصویر تو در بر کفم
 من تلاشِ خضر کی مانت نہ کند کفم
 تیغ را خنجر کفم یا شہینہ را ساغر کفم
 من کہ بچانِ وفا با شاہد و ساغر کفم
 شب ہمہ من و شمارِ کوکب و اختر کفم
 طفلِ اشکِ خورشید از چشم ہیروں گر کفم
 در جگر صد آبلہ اور سینہ صد نشتر کفم

در خراباتِ جہاں ہرگز نیابی داد و دل
 حیف باشد اے فدائی گر ہوس دیگر کفم

مطلع

خوش جلوه کرد ساعده زیبا در آستین پنهان درون دیده و پیدای آستین

زین پیشتر به طینت دریا و ابر بود پیچوده گریه کردن و بیجا گریستن
 دریا کجا سلیقه ما تم شناخته ابر از کجا توان به تننا گریستن
 دیده است بحر چشم مرا میخونان آموخت است ابر تر از ما گریستن
 الا به ما تم و غم افضال می توان دریا به ابر و ابر بدریا گریستن
 که ناصبور گریم و که ضبط می کنم آید ز من گریستن و نا گریستن

خون از جگر چکیدن و دل خون شدن غم
 آتش ز دیده رخسار و یا گریستن

غزل

مست است بادہ و شینہ نوش کن ای جان زار نذر محو و فروش کن
 بر حال من بگریه و سوز و دید و من می ز سببت شمع مرا بمخموش کن
 پیرِ مغان ملامتِ ندان نمی کند ای محسب تو ہم نظرِ عیبِ تیش کن
 عالمِ فضائے عبرت و آوازہ فنا بر نیز و خویش اہمہ تن چشم و گوش کن

خواہی اگر فسانہ دلدادگان شنید
 افسانہ فدائی دلدادہ گوش کن

تضمین غزل حافظ شیرازی

وقت خوش است گل فتح باب کن در بارگاه میکرده ام باریاب کن
 مارا بیکد و جرعه مست خراب کن صبح است ساقیا قهقهه پر شراب کن
 دور فلک درنگ ندارد شباب کن

پیری رسید، ماتم عهد شباب کن لیکن نگومیت که ز می اجتناب کن
 وقت است وقت در طلبش اضطراب کن صبح است ساقیا قهقهه پر شراب کن
 دور فلک درنگ ندارد شباب کن

صوم است صوم حرمت ام الکتاب کن لیکن شب به دخت ز مری حجاب کن
 عید است عید بذل شراب کباب کن صبح است ساقیا قهقهه پر شراب کن
 دور فلک درنگ ندارد شباب کن

مارا به عشق و رندی مستی خطاب کن مستم به بانگ بطوچنگ رباب کن
 بهر خدا رعایت عهد شباب کن صبح است ساقیا قهقهه پر شراب کن
 دور فلک درنگ ندارد شباب کن

من در پئے تلاش مباحات نیستم پایند حرز و ورود و مناجات نیستم
گوئی مرا کہ مست خرابات نیستم مامرد زہد و توبہ و طامات نیستم

با ما بہ جام و بادہ صافی خطاب کن

ما پر دہ ز روعِ حقیقت کشودہ ایم بہ تخم ز ریز ازل و انمودہ ایم
عمرے شدم کہ در پئے غمے تو بودہ ایم ما بختِ خویش و غمے ترا آزمودہ ایم
با دشمنان قدح کش و با اعیان کن

دربار گاہ و اور داد اکبریا تو نیز اے فدائی خستہ جگریا
دست و عا در از کن از بہر مدعا حافظ وصال می طلبد از رہ دعا
یا رب دعاے خستہ دلاں مستجاب کن

عالم بجائے خود بود یک کاسہ حباب چشم ہی مدار ز کم ظرف ناصواب
یک ساغر شراب بدہ ساقیا شتاب زان پیشتر کہ عالم فانی شود خراب
ما را بہ جام بادہ گلگون خراب کن



غزل

بادلِ شوریدہ و باغِ گریاں ز بسین مشکے باشد بہ دردِ ہجر آساں ز بسین
 مرگ من رطابہ و باطنِ بومرگ نشاط من نہ پیدا بسین خواہم نہ پنہاں ز بسین
 درمنائے وصال و در غمِ ہجر و فراق مردن است از بہر جانان بہر جانان ز بسین
 عمر با کردم بسر ہرگز نیا مددِ نظر چوں سرود جز بچوئے مہرِ خباں ز بسین
 یک نگاہِ شوخ تو کافی است بہر قتلِ من کو بود و در سایہ چشمِ غزالاں ز بسین
 مرگ من از من نباشد جز بہر چالِ پیر بسین بنودِ من اما پیشیاں ز بسین

اے فدائیِ خوش بومرگِ یوانگی و بے خودی

پاکِ امنِ مردن و آلودہ داماں ز بسین

ملح



| | |
|-----------------------------------|-------------------------------------|
| شاد باشی شاد او عمر زایع الشریک | تلخ کام زندگی را آبِ حیاں دادہ |
| آدم بر در گہت ناخواندہ مہانت شدم | با خلوص احترام خاص مہاں دادہ |
| اے ترشمن کالت سازگار و کامگار | لکھنؤ را عزت بے حد و پایاں دادہ |
| روز ہا در خدمت خاصان حق پیہودہ | شب ہمیشہ بہر یاد خاص دل دادہ |
| خلق تو یکت قوے در مبد فیض ہست | دل بخاطر داری گبر و مسلمان دادہ |
| ہیچ فخر نیست یو نیو سی رامبری | بلکہ از فیض قدوش عزت شاں دادہ |
| در دمند قوم و غمخوار جہاں باشی ہش | اچھو عیسی قوم مردہ را مگر جاں دادہ |
| در محبت حرمت گبر و مسلمان دادہ | در عکباتش کردہ در سینہ ایماں دادہ |
| دولت عشق و محبت در دل جاں دادہ | چاکاں ماں سینہ بریاں پدہ گریاں دادہ |

آفرین بر تو قدائی باد در ہندوستان

خامہ را شیریں بیانی صفا ہاں دادہ



قطعه

پند بگوئی مگر اے پند گوئے پند نخست از من دیوانہ جوئے
پند بود در خور فرزانگان از من دیوانہ عبث آرزوئے

قطعه

بیچارہ مبتلائے دردے غمخوار کسے نہ درد مندے
گویند فدائیت حزن است بانالہ گرم و آہ سردے

غزل



یار دارم عجب جفا کارے دلبرے جانستان دل آزارے
 سروکار تو با بہاں لیکن کاش بودے من سروکارے
 من بجاں می خرم متاع وفا لیک ناید بہ ہیچ بازارے
 مایہ دین و دل بغارت برد آں جفا پیشہ ستم گارے
 ہیکس رانہ ماند کار از من با کسے نیست مرمرا کارے

نگہ لطف اے طیب عشق

با فدائی غریب و بیمارے



غزل

اچھی تم تو مستِ خوابِ تا کے با من نگہِ عتابِ تا کے
 از ہستی خود خبر نہ دارم با عاشقِ خود حجابِ تا کے
 دادہ سب قمِ جنون و مستی ناصح، سخن از کتابِ تا کے
 اے صبر و سکون قرار تا چند اے دردِ دل، اضطرابِ تا کے
 تلخا بہ بیار و سا غمِ دہ ساقی ہو س شرابِ تا کے
 از داغِ جگر شمار تا چند از زخمِ وروں حسابِ تا کے
 از جو رو جفا، سوال تا چند از ناز و ادا، جوابِ تا کے
 چوں برقِ کنیم زندگانی اے عمرِ رواں، شبابِ تا کے

در کوئے طاعت اے فدائی

رُسوائے دلِ خرابِ تا کے

اشعار متفرق

| | |
|-----------------------------|------------------------------|
| الا یاد فرمائی یاد آوری | بیاد منت آمی یاد آوری |
| فراموش من کرده ام جمله یاد | مگر یادت ایسے یار تو یاد یاد |
| بگیتی بیاد تو شاد آدم | ترا یاد کردم بہ یاد آدم |
| شب و زنده یاد تو کار من | ترا یاد کردن سزاوار من |
| مر نیست جز یاد تو بیچ کار | کہ یاد تو باشد مرا زنده داد |
| بیاد تو گر زندگانی کنم | بدیں زندگی شادمانی کنم |
| بن مہر فدا و از من مرغ | ز کار خطایم مشوشکوه سنج |
| مجوی زانندیشہ کار من | نہ پرسی ز انجام ہنجار من |
| ز درد و الم بود ما کردہ اند | زیاں صورت بود ما کردہ اند |
| تپ و غم نہادند اندر قریح | چناں آفریدند ما را صریح |
| بہ صبر و سکون بگذر دحالم | بہیساں نہاںم اگر چوں نہ بہم |
| دل ز دست چو تپیشہ رفت | من ز کار کاہن از دست رفت |

نه جویم ازین گل دیگر رنگ و بو مرا نیست جز یاد تو آرزو

هوس دارم از یار و از جور یار

مرا یاد دارد بدین روزگار



حصّوم

أُرُوو



ساقی نامہ

پلا سا قیا مجھ کو اک جام درد
 مراد دل مار بج بہتا رہے
 میں کھینچا کروں ہر نفس آہ سرد
 یہیں چوٹ دل کی ابھرتی ہے
 رہوں میں اسی طرح مشقِ سہم
 مراد دل رہے وقف درد و الم
 اسی طرح یہ دور چلتا رہے
 زمانہ برابر ستایا کرے
 کوئی ہر گھڑی دل دکھایا کرے
 وہ غم ہو کہ ہر دم کراہا کروں
 مگر درد کو دل سے چاہا کروں
 وہی درد ہو میرے غم کا علاج
 اسی درد کی ہونے مجھے احتیاج
 مرض ہو تو بوش جنوں کا مرض
 مرض ہو تو دردِ دروں کا مرض

مرض ہو مرے واسطے خود دوا
 مرض ہی میں دامن رہوں مبتلا
 محروم ساقی پلا دے مجھے
 مزہ درد دل کا چکھا دے مجھے
 وہ محروم کہ بس جان کھویا کروں
 اسی طرح دن رات رویا کروں
 وہی درد و غم کیفیت بادہ رہے
 وہ محروم کہ دل درد آگاہ ہو
 مراد کر صحرا بہ صحرا کریں
 سدا لب پہ نالہ ہوا و آہ ہو
 کہاں ہو تو اے ساقی تیز ہوش
 کہاں ہو تو اے محرم راز دوش
 خبر ہو تجھے کچھ مرے درد کی
 مرے اشک گرم اور دم سرد کی
 مرے ساقی مہرباں نیک پڑی
 پلا دے مجھے خم کے خم پھر وہ محروم
 رہوں جبرے درد کا تشنہ کام
 رہے بادہ عیش مجھ پر حرام
 مجھے بادہ درد آ میزدے
 وہ مے دے کہ لذت وہ غم ہے
 جو کچھ تجھ کو دینا ہو وہ تیز دے
 وہ مے جس میں آمیزش سم رہے
 مجھے بادہ حسرت درد دے
 پیاسا ہوں دے شربت دے
 جیوں میں تو گرم تمنائے درد
 مریں بھی تو بہر تماشاے درد
 اسی درد کے رنج بہتا رہوں
 اسی درد کو درد کہتا رہوں

پلا سا قیامے کہ وہ چپ لگے نہ کچھ کہہ سکوں میں نہ کوئی سُنے
زبس مجھ کو ہو عشق پر وہ نشیں مرار از کھلنے نہ پائے کہیں

تپِ غم مرے آب و گل میں ہے
مرا درد ہی میرے دل میں ہے



غزل

حرفِ مطلبِ سوال سے چھوٹا مدعا عرضِ حال سے چھوٹا
 شکیرا نہ وہ ہجریا رکھ میں آرزو سے وصال سے چھوٹا
 خوش ہوں دیوانہ بن کے ایرواعظ تیری بحثِ جدال سے چھوٹا
 ہو کے سرمستِ بادۂ الفت فکرِ جاہ و جلال سے چھوٹا
 دین و دلِ نذرِ یک نگہ کر کے فتنہ خط و خال سے چھوٹا
 کر کے سرنذر اسے فدائی تو

زندگی کے وبال سے چھوٹا

غزل

نگاہِ ناز سے تیری بچا کیا قدر کہتے ہیں کس کو اور قضا کیا
 ہماری بے دلی تیرا تنافل جفا کیا چیزِ اُمید و وفا کیا
 تری شوخی نے اس جاں مار ڈالا ملائی و مکافاتِ جفا کیا
 تجھے تو مانتا رنگن سے ہی مطلب ہمارا خون کیا رنگِ جفا کیا

فدائی اس تری جانِ خیز پر

سہم کیا، ظلم کیا، جو رو جفا کیا

غزل ناتمام



دور اب دل سے سرگرائی کہ ہر باں مجھ پہ ہر بانی کہ
نامہ بر میں نے پڑھ لیا نامہ بات اب مجھ سے کچھ زبانی کہ

حال دل اُن پہ ہو چکا ظاہر
کچھ بیانِ غم نہائی کہ



غزل

دل میں پھر پیدا ہوا سوز و گداز
 ہو کسی بیدار سے راز و نیاز
 خواب میں آتا نہیں ہے مستی تاز
 میں کہاں اور صحبت بنت العنب
 چاہیے زہد و ریاضے احتراز
 چشم ساقی کا اشارہ ہی یہی
 ساقی شیریں ادا و دل نواز
 بوسہ لعل لب و جام شراب
 اے نگاہ ناز چشمِ نیم باز
 ہو طلب صادق تو پھر رہتا نہیں
 عشق میں اور حسن میں کچھ اختیار

مجھ کو اس سے ہر گمانی کیوں نہ ہو

غیر سے رکھتا ہو وہ راز و نیاز

غزل

نہ ہوئی اصل حقیقت معلوم غیر موجود کو سمجھے موہوم
 لاکھ عالم میں حقائق کی ہر دھوم ہم کو ہر سب کی حقیقت معلوم
 اس کا خیر ہو مرا ہو حلقوم ایسی تقدیر کہاں اور مقسوم
 خدمتِ پیرِ مہاں سے ساقی رہنمائی بھی نہیں گے مخدوم
 ہم بھی بن جائیں گے افسانہ کبھی لوگ ہم کو بھی کہیں گے مرحوم
 جلوہ ہوتا نہیں بے فوقی نگاہ حسن اور عشق ہیں لازم ملزوم

چشمِ ساقی سے ہر شکوہ ہم کو

پیا سے اور دور میں تیرے محروم

غزل

گئے ہیں دل سوئے پردہ نشیں بنارہ گزر کوئے پردہ نشیں
 تمہیں کس نے بیتا جو سی کیا مگر جلوہ روئے پردہ نشیں
 قیامت ہو مشتاق نادیدہ کو ہسی سرود بجوئے پردہ نشیں
 تن کشتہ نے جان مشکل سے دی زہے دست و بازوئے پردہ نشیں
 مرے چھپ کے آنے سے پردہ کھلا کہہ عشق بانوئے پردہ نشیں
 چھپاتا ہوں میں راز دروڑوں پسند آگئی خوئے پردہ نشیں

فدائی بلائے دل و جاں ہی

خط و خال گیسوئے پردہ نشیں

غزل

بواہوس ہوں گے جو کہتے ہیں تم کرتے ہیں
 آہ ناکامی دل، ہائے ہجوم اندوہ
 ایک وہ ہیں کہ تم توڑ رہے ہیں ہم پر
 تیرا خنجر ہی کہ ہر لحظہ کمی کرتا ہی
 طاعتوں کا نہ صلہ ہی نہ گنہ کی تعزیر
 جان دی کیا کسی دل سوختہ ہو کیس نے
 سچے عاشق پہ تو معشوق کرم کرتے ہیں
 دیکھیں کس طرح بسرِ شبِ غم کرتے ہیں
 ایک ہم ہیں کہ سمجھتے ہیں کرم کرتے ہیں
 اپنی گردن ہو کہ ہر بات پنہم کرتے ہیں
 یہ بھی ہی کوئی خدائی جو صنم کرتے ہیں
 رنج کس کا ہی کہ وہ آنکھوں کو نم کرتے ہیں

کچھ نہ بن آئی تو پھر صبر و سکون کی ٹھہری
 وہی ناصح کو بھی کرنا ہی جو ہم کرتے ہیں

غزل ناتمام



پھر مور و صد غم و بلا ہوں پھر درد میں مبتلا ہوا ہوں
 حادث ہو مرا نظام ہستی میں نقشِ بساطِ ماسوا ہوں
 پھل لائے ہمارا نخلِ اُمید
 کیا بغیر کا کوئی مددگار ہوں



غزل



رہزنِ دل ہیں ہستمر گیسو دشمنِ دین ہیں یہ کافر گیسو
 سر چڑھے رہتے ہیں کھیں کج ہاک خود سری کرتے ہیں بڑھکر گیسو
 کیوں پریشاں ہو بگڑتے کیا ہو دل مرا لے لو بنا کر گیسو

خوابِ مستی کی ہو الٹی تعبیر
 کہیں جگر میں نہ سنو رکھ گیسو!



غزل

ساقی مے لالہ زار دیدے ساقی مے غم گسار دیدے
 دل میں مے ایک گ بھرے نالوں میں مے شرار دیدے
 آجائیں کبھی توفاتہ کو کچھ جذب سیر مزار دیدے
 دنیا سے ہوتا کہ محب کو عبرت ساقی مے اعتبار دیدے
 اب ختم ہو دورِ زندگانی ساغر کوئی مستعار دیدے

لذت سے غصہ نہیں ہو عجیب کو

تلخ بابہ ناگوار دیدے

غزل

جینا آزار ہو گیا ہے مرنا دشوار ہو گیا ہے
 جو خنیل مراد تھا ہمارا وہ بید و چنار ہو گیا ہے
 جو داغ و فاختہ دل میں روشن وہ شمع مزار ہو گیا ہے
 غارت کیا جس کو تو نے عشق وہ صبر و قرار ہو گیا ہے
 سرمایہ نشہ جوانی پیری میں خمار ہو گیا ہے
 کچھ ٹھیک نہیں دل و جگر کا جب سے غم یار ہو گیا ہے
 وہ زخم مرے دل و جگر کا پھر نہ رہا ہو گیا ہے

پھر صید کنا توں فدائی

چون کاشکار ہو گیا ہے

غزل

جوانی گئی زندگانی گئی وہ قصہ کیا وہ کہانی گئی
 مجھی تک تھا سب شکوہ زندگی نہیں ہیں سب بدگمانی گئی
 بنی نا توانی سے اب جان پر تو انائی سخت جانی گئی
 کوئی کس پہ آخر بھروسہ کئے محبت گئی مہربانی گئی
 ہوئے فوج تیغِ تغافل سے ہم وہ مرگ دم ناگہانی گئی
 تمہیں دیکھ غش کر گیا، نامہ بر مجالِ پیام زبانی گئی

ہوئے اُن کو مرغوبِ اشتہارِ غیر

فدائی تری لن ترانی گئی

عقل



دل در دپسند ہو گیا ہے وقفِ غم چند ہو گیا ہے
 ہم دل شد گاں کے درو دل کا نالہ پابند ہو گیا ہے
 وہ اور کمالِ حسن، دریا اک کوزہ میں بند ہو گیا ہے
 جان دیتے بہائے بوسہ لیکن
 دل اُن کو پسند ہو گیا ہے



غزل



اس اپنی فیکری میں نہ کچھ مال نہ زراہی تھا اک دل آگاہ وہ اللہ کا گھراہی
 اس غم کدہ دل میں نہ دیوار نہ درواہی جی چاہے چلے آویہ اللہ کا گھراہی
 ہم سمجھے ہیں کچھ نفی حقائق کے ظلمات معشوق وہ ہو جس کے دہن ہو نہ کراہی
 اُس راہ کا رہرو ہوں خضر جس میں ہیں گاہ جز منہزل مقصود حضر ہی نہ سفرِ راہی

کیا بات ہو جنبش میں ہی کیوں عرشِ معلّٰی
 کیا نالہ و فریادِ فدائی کا اثر ہو



غزل

— ❦ —

| | |
|--|--------------------------------------|
| نہ تمنا ہو بجز اس کے نہ اراں کوئی | درد وہ دل ہیں جس کا نہ ہو زماں کوئی |
| اہمیت کیا ہے نہ ہو انسان کوئی | زندگی لطف سے گزے نہیں ساماں کوئی |
| نامہ برہم نے تو سمجھا تری صورت سے جواب | اس طرح سے کہیں ہوتا ہو پیشماں کوئی |
| لاکھ پردے میں ہے دختر تر مستوں سے | راز اس دہ نشیں کا نہیں پہناں کوئی |
| بچپن تجھ سے میں قے تیرے اے دست نبوں | جوشِ چوشتِ ہم سے جریبِ گریباں کوئی |
| کون غم خوار ہو کس سے کہیں ہم تیرے سوا | اپنا ہمدرد نہیں اسو شبِ ہجر اں کوئی |
| نقدِ حشیں گراں دلوں ہیں اور آنتِ قحط | جلسِ عصیان کے سوا اب نہیں ارزاں کوئی |

اس زمانہ میں قدا فی ہو عجب قحطِ رجال

نہ سخن فہم ہو کوئی نہ سخنِ داں کوئی

— ❦ —

غزل

ذبح پر پھر جو وہ مائل ہوتے ہم تناسخ کے بھی قائل ہوتے
جوشِ وحشت کا برا ہو یا رب کاش ہم پابِ سائل ہوتے
تھی اجابتِ ہدفِ تیرِ دعا
اس کو ہم پاتے جو سائل ہوتے

غزل

محبت کبھی آزمائی کسی کی کبھی دل میں لفت ہمانی کسی کی
 یہی سب ہیں سبغات گہرول محبت کسی کی جدائی کسی کی
 بہت دن ہیں یہ آج سمجھا ہو میں نے قیامت ہو بے اعتنائی کسی کی
 ہیں ظالم بتوں کی زالی ادائیں نہیں کرتے حاجت وائی کسی کی
 مقدر کی برشتگی ہم نے دیکھی برا ہو جو چاہیں بھلائی کسی کی
 نہ حل ہو سکا ایک عقدہ بھی دل کا کیسی ہو مشکلائی کسی کی
 وہ اک منزل قدس ہو سب اے علی کہاں اس کے زناک سائی کسی کی

اسے اپنے ہی حال سے کب ہو فرصت
 کسی سے کہے کیا فرائی کسی کی

غزل



تھا غلط موسیٰ کہ جلوہ چاہیے ویدِ حق کو چشمِ بیہنا چاہیے
 کچھ غرض ان عشقِ الفت سے نہیں موت کو بس اک بہانا چاہیے
 زندگانی اور فقط نفقشِ بر آب اتنی سی مدت میں کیا کیا چاہیے

ہم سے کھلتے ہو تو غیروں سے چھپو

حسن کو یک گونہ بردا چاہیے



غزل



اہلِ دُنیا کے سبب رسوا ہوئی ورنہ دنیا فرسِ عتبے ہوئی
 جلتی ہی بوڑھی ہوئی پُرفنِ بنی دختِ رز بھی قحہ دُنیا ہوئی
 دردِ بازو میں ہوا دل کی جگہ جب سے حبِ ساحلِ زریبا ہوئی

ہم نہیں مجنوں کہ ہوں آوارہ گرد

کو سے جاناں منزلِ و ماویٰ ہوئی



غزلِ تمام



پیری میں دُخترِ زرِ نو خیز چاہیے دورِ اخیرِ جامِ ہی لبرِ نیر چاہیے
 ہوتی نہیں ہر قطعِ مینرِ لُغْن کی ہر اس راستہ کو فکرِ کاشدِ نیر چاہیے

جلتا ہی آتشِ غمِ بھرِ صنم سے کیوں

مسلم کو ایسی آگ سے پرہیز چاہیے



غزل



ٹوٹا نہیں تارِ زندگانی اللہ سے زورِ ناقوانی
 وہ رندی و مستی و جوانی ساقی و شرابِ ارغوانی
 یعقوب سے ہو سکی نہ تعبیر وہ خواب ہی قصہٴ جوانی
 میرے لیے وعدہٴ نظارہ موسیٰ سے خطابِ بنِ ترانی
 میں ہوں کہ بلاکش و بلاگرد تو ہو کہ بلائے آسمانی
 مجذوب کی بڑی یا غزل ہو الفاظ ہیں خالی از معانی

ہیں حاصلِ زندگیِ فدائی

دردِ جگر و غمِ بہانی



ایک واقعہ

فنجانِ عرب سرائے دینا وہ شاہی مشکناے دینا
 دل سرد ہی۔ گرم گرم ساقی صہبا کے عوض میں چائے دینا
 کچھ قید نہیں ہی ہو کہیں کی
 جو چائے ہو دیر پا سے دنیا

انتخاب ممبری میو پہلٹی جو نیو



ساقی بتا یہ کس کے اکشن کا دور ہو
 بدستیوں سے کس کی ہو عالم کو بیچ و تاب
 کیا قرض کی پلائی کسی کو فروش نے
 یا مل گئی ہو آج کہیں مفت کی شرب
 کس کو تھا اپنی کوشش بیجا یہ یہ گھمنڈ
 کس کو تھا اپنے کام میں نہ جھنڈا
 محکشی تھی کو دیں گے رعایتیں ہمیں
 گردش میں رہتا ہے چکر میں آفتاب
 پوچھا جو میں نے پہلے وہ خاموش ہوتا
 پھر سکر کے اس نے دیا مجھ کو یوں جواب

عاشق کشید بادہ خم ہوا ہوس شکست

پہلا تو پی کے مست ہوا دوسرا خراب



ایک نثر

عشق و الفت کا مہرا کہدیں زندگی میں جو کچھ ہوا کہدیں
ہم نہ ہوں گے تو کون پوچھے گا آپ ہم اپنا مرثیہ کہدیں

ایک طاقہ

دوست ہیں اور مجھ پہ مہر آگن بھی ہیں ہیں مہر بے مہر، اور بدظن بھی ہیں
درحقیقت اے فدا آئی بے خبر دوست بھی ہیں مجھ سے اور دشمن بھی ہیں

قطرہ



لکھو آؤ تم جو باہر سے کچھ نہ پوچھو نہ کچھ زباں سے کہو
 گھر کی تم کو اگر ضرورت ہو جا کے صادق حسین جاں سے کہو
 ڈاکٹر کی اگر ضرورت ہو ٹیپل ہال کامراں سے کہو
 گریجویٹوں کی تم کو حاجت ہے ہر گلی میں ملیں جہاں سے کہو
 چاہتے ہو اگر علاج کرو تو طبیعتِ نیاں داں سے کہو
 عیسیٰ وقت ہیں کمالِ لدین ہاں انہیں عیسیٰ ماں سے کہو
 گرو کیل اور کونسل چاہو یکہ بانا بن راز داں سے کہو
 گمراہ رس کی ہوتاں تمہیں طالبِ علم نکتہ داں سے کہو
 تھی فرنگی محل میں دولتِ علم جا کے اس گنجِ ریگاں سے کہو
 ذاتِ عینِ القضاۃ کی تعریف کم ہو جو کچھ بھی تم زباں سے کہو
 پوچھنا ہو جو حال کا لُج کا کسی مجروح امتحاں سے کہو

| | |
|----------------------------|--------------------------------|
| گل کا نظارہ ہو اگر کرنا | بیل شکر پی زباں سے کہو |
| چوک کی سیر بھی جو کرنا ہو | تو کسی اپنے مہرباں سے کہو |
| آصف الدولہ اور حسین آباد | ان کو تعمیر جاوداں سے کہو |
| انشاء اللہ رے سیر حضرت گنج | اس کا احوال کس زباں کہو |
| دیکھ لو گر کہیں امین آباد | اس کو اک تختہ جناں سے کہو |
| قصہ گلشن مسکنہ باغ | نخل بندان کارواں سے کہو |
| لطف فوارے گوہر ریز | لیپ جوئے گل خاں سے کہو |
| شہر کے پر فضامناظر کو | پیر کیا سمجھے نوجواں سے کہو |
| عشوہ و ناز کی حکایت کو | کسی مجروح نیمجال سے کہو |
| دختر زہو پیش پرینماں | کیوں نہ بدست جہاں سے کہو |
| حال بے پردگی نسواں کو | دخت نوخیز و نوجواں سے کہو |
| شاویاں کٹ ثپے ہونگی اب | کیا ضرورت کچھ باپاں سے کہو |
| جب بندائے میل جوں کے بعد | تب کہیں گے کہاں فلاں سے کہو |
| جب سیکھیں گے اسی تہذیبیں | بال میں ناچیں گے کہاں سے کہو |
| کیوں سکھایا یہ طرز آزادی | جا کے بی بی سے اور میاں سے کہو |

دیکھ لو جلسہ اے مسلم لیگ غیرتِ نامِ آوراں سے کہو
 جلسہ اے رفاہِ عام میں جاؤ اپنے اجباب و مہرباں سے کہو
 حال دارِ اسلومند وہ کا شبلی جنتِ آشیاں سے کہو
 اہل دل کی اگر تمنا ہو
 اس فدائی خستہ جاں سے کہو



طبع دیوان آسی



حضرت آسی مرحوم کا دیوان شریف حسن و خوبی سے ہوا جمع کہ سبحان اللہ
 اہل فن اہل حسد نے پے تصحیح کلام کوشش سعی کی تا دوح کہ سبحان اللہ
 بعد ترتیب کلام و پس تصحیح تمام ہر شک شبہ ہوا دفع کہ سبحان اللہ
 عالم حسن معانی میں ہو خورشید کمال ہر لفظی میں ہو اک شمع کہ سبحان اللہ

سال طبعش ز سر و جد بگفتا ہ تف

خوب و نایاب شدہ طبع کہ سبحان اللہ



مطلع

قاصنی کو احتساب کی ساقی مجال تھی
پی اہم نے وہ شراب جو پہلے حلال تھی

ایک واقعہ

فکرِ دولت نہیں کریں گے کبھی ذکرِ الفت نہیں کریں گے کبھی
دوستوں کو بھی آزما دیکھا اب محبت نہیں کریں گے کبھی

مطلع



اگر نہیں ہے حجابِ مجھ سے تو پردہ چہرہ پہ کیوں پڑا ہے
وگرہ آنکھوں سے سب کی پردہ تو جلوہ کا ہے کو بر ملا ہے



قطعہ



اے شہرہ بخت و خبر و نی باد لہری و بجان ستانی
من بندہ عاجز تو ہستم از در گہِ خویش تن مرا فی



گزارش



| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| تھا تلمذ دم ازل سے مجھے | حضرت اسی مقدس سے |
| فیض حاصل نہ تھا مل سے مجھے | لیک غافل تھا رو غفلت سے |
| نہ کسی علم اور عمل سے مجھے | تھا لڑکپن سے ذوقِ شعر و سخن |
| نہ کبھی تھی غرض مل سے مجھے | کیمیائی ہوس نہ شوقِ جہنم |
| اہلِ زہ صاحبِ دل سے مجھے | نفرتِ تام تھی حقیقت میں |
| جھوٹے راہنما بہترین محل سے مجھے | فقر و دولت تھی دل سے تمام غوب |
| زندگانی کے حاصل سے مجھے | ہاں محبت تھی اہل دل کے ساتھ |
| طعن و تشنیع بہ محل سے مجھے | شعر کہتا تھا، پھر تھا خوفِ مرگ |
| تھی نہ رغبت و میل سے مجھے | نیاب و بد کی مگر تمیز نہ تھی |
| اپنے اشعارِ پتیل سے مجھے | شرم آتی تھی پیشِ اہلِ کمال |
| مردِ فیضِ لم پزل سے مجھے | اب یہ خواہش ہو فیضِ حاصل ہو |

| | |
|---------------------------|------------------------------|
| ایک ممکن نہیں ہے بے تعلیم | اپنی قوت اپنے بل سے مجھے |
| چند اشعارِ حافظِ شیراز | تھے پسندِ اولینِ غزل سے مجھے |
| اُن کی تفسیر کی مگر ڈر ہے | احتمالاتِ محتمل سے مجھے |
| ہے خبرِ آپ کی علالت کی | ہے خبرِ فرصتِ اقل سے مجھے |
| پر ہو کس طرح آگہی حاصل | شر کے حسن اور خل سے مجھے |
| ہے تمنا کہ دیجئے اصلاح | قاعدہ ہائے استدلال سے مجھے |
| ایسی اصلاح ہو کہ سب جانیں | اہلِ عقد اور اہلِ حل سے مجھے |

میری اس نظم پر بھی ایک نگاہ
آگہی تاکہ ہو عمل سے مجھے



تضمین غزل آسئی

دردِ دل کا کچھ مدا کیجئے دیدہ و دل میں مرے جا کیجئے
 بواہوس سے ترک ملنا کیجئے کچھ کہوں میرا جو کہنا کیجئے
 چاہئے والوں کو چاہا کیجئے

جزو میں کل ہی سراسر جلوہ گر تھا قصور اپنی نگہ کا سر بہر
 دیدہ حق ہیں سے دیکھ دیدہ دور ہو ستم و سعتِ ذوقِ نظر
 قطرہ میں جب سیر دریا کیجئے

عشق و الفت کی تھوڑی بھولے نوجوانی کی منگ اور حوصلے
 ہیں غلط عشق و محبت کے گلے فتنے سب ہرپا کیے ہیں جن کے
 میری الفت کو نہ رسوا کیجئے

وہ مصیبت کیا جیل سے نہ جائے وہ لہو کیا زخم سے جو بہہ نہ جائے
 سرِ کف میں بھول تو اومہ نہ جائے حوصلہ شیخ ادا کارہ نہ جائے

آپے قتلِ تمنا کیجئے

سجدہ کرتے ہیں حقیقت دیکھ کر حق کا جلوہ حق کی قدرت دیکھ کر
ہو گیا میں مجو حیرت دیکھ کر کس کو دیکھا، اس کی صورت دیکھ کر
جی میں آتا ہی کہ سجدہ کیجئے

وعدہ شب، وعدہ فردا ہوا انتظارِ جلوہ ہی، حرفِ فنا
روکے کہتا ہی قدرائی کچھ سنا راہ نکلتے تکتے اسی چل بسا
کیوں کسی سے آپ وعدہ کیجئے

غیر کی بدستیاں ہنگامِ مری آپ کا وہ چوٹِ لفت پڑی ہ پڑی
صبر و شکرِ عشقِ بازاں تا بہ کو نامرادوں کا جو شکوہ تلخ ہی
کیوں کسی کی بات مانا کیجئے

تضہین

بر غزل حضرت امیر خسرو

رفتار تیری پیکر بھولے حلین کبک دہی رخسار سے تیرے خجل خوشید و ماہ و مشتری
سرتاق دم نام خدا پیدا دستانِ دلبری او چہرہ زیبائی تو رشکِ بتانِ ازری
ہر چند و صفت می کنم در حسنِ اں زیبا تری

چون عجبانے از کے آنکھیں غضبِ جاو بھری چشمِ فسونگر سے تری بل ہو بحرِ سامری
تو نے کہاں سے اوستم کیلئے یہ طرزِ دلبری تو انہری چاکری و زبرگ گلِ نازکتری
و نہ ہر چہ گویم بہتری تھا عجبائِ دلبری

وہ دلِ با صورت تری جس کو کرینسی ملک ہر آن میں عشوہ گری ہر بات میں پیدِ لچک
وہ بھولی بھالی ہر او اور اس میں شخی کی کھلب نقشِ می بند و فلک گزدار دایں نمک

حوئے ندامت یا ملک فرزندِ آدم یا پری

جادو بھری اٹھکھیلیاں اک اک انا زافریں شیریں باں شکر دہن گلِ پیرین ہر چہیں
ہم نے تو انہرے معشوق دیکھے ہی نہیں صورتِ گنقاشِ چہیں آ صورتِ یارم چہیں

یا صوئے کش چینیں یا ترک کن صورتگری

ہر یاد تیری ہر گھڑی ہر دم ہو تو پیش نظر آنکھوں میں کھینچی رہتی ہو صورت تیری آٹھوں پہ
جبے نگاہ شوق میں اویار تو ہو جلوہ گر ہرگز نہ آید در نظر رو سے ز رویت خوبے

شمسے ندانم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری

ہو محو تیری یاد میں ہر ساکن دیر و حرم جو یا ہیں تیری نیکے روم و عرب چین عجم
میں کیا بتاؤں کیا ہو توں کوئی قسم آفا تھا گردیدہ ام مہربتاں و زبیدہ ام

بسیار خواب دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہر خطہ تیری یاد میں بڑھتی گئی وارفتگی حتیٰ کہ کچھ باقی نہیں بچے میں اور تجھ میں دنی
مست ہو چھ کیفیت ہو کیا ہوں تجھم بخودی من شدم تو شدمی من تن شدم تو جاں شدمی

تاکس ناگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

تشیح غم

میں ہوں کہ اجاب سے ہجوڑ دوہ
 خاکِ دروہ گزیرِ جون پلور
 میں ہوں کہ آوارہ دشتِ جنوں
 میں ہوں کہ بیچارہ ورنجیدہ ہوں
 میں ہوں کہ اک خانہ بر اندازِ دل
 غمزدہ جو رستم دیدہ ہوں
 میں کہ مری آہ او وہ ناتواں
 میں ہوں کہ مرا ناالہ ہو بے یار و کس
 میں سببِ موعظت و اعظاں
 میں ہوں وہ غافل کہ خبر کچھ نہیں
 گرم نصیحت ہیں جو وارفتہ ہوش
 میں ہدفِ طعنہ اغیار ہوں
 میں ہوں کہ باہر دو جہاں یاختہ
 مجھ سے مری حالتِ مضطر نہ پلو بچھ
 پیرزنِ خستہ کے گھر کا دھواں
 قافلہ یاس میں بانگِ جرس
 باعثِ تضحیکِ نصیحت گراں
 اور نصیحت کا اثر کچھ نہیں
 چیفِ نصیحت گبر ماہرزہ کوش
 میں نظروں میں خلشِ خار ہوں
 نردِ وفا سے تو بجاں باختہ
 آہ گزرتی ہو جو دل پر نہ پوچھ

مجھ سے تو بے مہری قاتل نہ پوچھ حسرت زخمِ دل بسمل نہ پوچھ
 اے مرے خالق مری حالت ہی کیا پر زدہ کا عنبرِ قسمت ہی کیا
 دل پہ پڑی ہی جو مصیبت نہ پوچھ جان پر آئی ہی جو آفت نہ پوچھ
 میں ہوں کہ ہوں دید کے قابل پوچھ سوز و گدازِ جگر و دل نہ پوچھ

فرستِ بسمل بہ تہسیدن دہید
 باز بہ فتراکِ رسیدن دہید

قطعة تاریخ

عشق میں کچھ نام اپنا کر گیا داغِ حسرت کا دلوں پر دھر گیا
 سال لکھنے از سیرِ آہِ حزیں دوست کہتے ہیں فدائی مر گیا

۱۳۴۶ھ

نوٹ: مصنف نے یہ قطعہ تاریخ اپنے انتقال سے ایک سال قبل ۱۳۳۵ھ میں لکھا تھا اس سال انتقال نہ ہوا۔ دوسری سال ۱۳۳۶ھ میں جب وفات ہوئی تو از سیرِ آہِ حزیں کو از سیرِ غمِ بہشت سے بدل کر یہی قطعہ تاریخ لوحِ مراد پر کندہ کرادیا۔

مثنوی

حمد

| | |
|------------------------------|----------------------------|
| واجب کی ثنا ہو غیر ممکن | اس گل کی ہو کس سے سیر ممکن |
| بیروں ہو زہم و وہم و ادراک | ہر عیب کے ہو منزہ و پاک |
| پوشیدہ ہو کنہ ذات اُس کی | محمود ہیں گل صفات اُس کی |
| تعیین و تعینات سے پاک | ہم جسم سے ہم جہات سے پاک |
| برتر ہو خیال دین و آں سے | اعلیٰ ہو مکان و لامحال سے |
| وہ ذاتِ قدیم لایزال | ہو تہمتِ ابتدا سے خالی |
| ہرگز اُسے انتہا نہیں ہو | باقی ہو اُسے فنا نہیں ہو |
| معلول ہیں کل وہ علتِ کل | عارض نہیں و وریاں و تسلسل |
| اوصاف ہیں سب قدیم و اخیر | اور ذات کی عین ہیں ہیں غیر |
| یہ قدرتِ حق کی ندیں ہیں | ہو جاتی ہیں مرتفع نقیضیں |
| گر جمع ہوں دونوں غیر اور عین | عارض نہ ہو اجتماعِ ضدین |

| | |
|-------------------------------|-------------------------------|
| امواج میں عین وغیرہ دریا | امواج کی سیر سیر دریا |
| ہو حیثیتوں کا یاں تبدل | ہو فرقِ تحقق و تعقل |
| بے چون و چرا ہوا ذاتِ مطلق | بے کیف و کم صفات برحق |
| واحد ہو اور ہو عدد سے باہر | ہر بات ہو اس کی حد سے باہر |
| علم اُس کو ازل کا اور ابد کا | خالق ہو تمام نیک و بد کا |
| ہر چیز ہی خیر ہر شے ہی نا بود | معدوم کو لوگ سمجھے موجود |
| ہو جاتا ہی خیر شرِ خاطر | جب حکمِ خدا کے ہو مخالف |
| کہتے ہیں اُسے حرام اور بشر | بے شک ہو وہ زشت و خام اور بشر |
| باقاعدہ گر ہو یہ ترا صنی | ممدوح ہو وہ حکمِ قاضی |
| سب لوگ اسے خیر کہہ رہے ہیں | اپنے نہیں غیر کہہ رہے ہیں |
| ہو قتل کا فعل فطرثاً کج | ہو خیر حکمِ قاضی و نج |
| اعمال وہی عمل وہی ہو | فرمانِ خدا کا بل وہی ہو |
| تبدیلِ محل سے حکم بدلا | برعکس عمل کے حکم بدلا |
| حاجت نہیں قول کی سندی | تمیز نہیں ہتی نیک و بد کی |
| دو حاکمِ بحر و بر نہیں ہیں | دو خالقِ خیر و شر نہیں ہیں |

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| علم اُس کو تو جزئیات کا ہو | خالق وہی کائنات کا ہو |
| محدود نہیں ہو علم اُس کا | محدود نہیں ہو علم اُس کا |
| اوصاف ہیں اُس کے لاتنا ہی | کیا ہو سکے معرفت کما ہی |
| قدرت اُس کی کمال قدرت | ممکن اُس کا محال قدرت |
| سب فعل ہیں اُس کے اختیاری | ممکن ہیں بجز شریک باری |
| قادر ہو بغیر استعانت | کرتا نہیں پر خلافِ عادت |
| لیکن پے حجت رسالت | اعجاز ہو اور ہو کرامت |
| دیکھیں گے زہے کمالِ باری | ان آنکھوں سے ہم جاں باری |
| قیمت میں نہیں ہو جن کے فیض | حاصل نہیں کر سکیں گے یہ فیض |
| صادق نہ ہو حق کی ذات کذب | صادق کی کہاں صفات کذب |
| کیا منہ ہو جوب کو کھولتا ہو | خالق کہیں چھوٹ بولتا ہو |
| ایسا ہو تو اُس کے علم کا نقص | ایسا ہو تو اُس کے علم کا نقص |
| وعدہ میں وفا و عید پر سخت | مخلص پہ کرم عیند پر سخت |
| تہمت ہو اور اتہام ہو یہ | ناحق کوشی کا کام ہے یہ |
| نقص سے پاک ذاتِ عالی | ممدوح ہی ہر صفاتِ عالی |

قرآن اُس کا کلام کامل قرآن خلقت کے لئے پیام کامل
 بدین کے توہمات سے پاک تحریف و تصرفات سے پاک
 انسان کو عزم کار بھی ہو کچھ جبر کچھ اختیار بھی ہو
 مختار کو احتیاجِ کوشش مجبور کے فضل پر نکو ہش
 نیکی کرے تو ثواب حاصل غفلت کرے تو عتاب حاصل
 سبحان اللہ ذاتِ تیری عالمِ غیب اعلیٰ ارفع صفاتِ تیری
 تو عالمِ جہر و عالمِ الغیب تو عالمِ کل علوم لا ریب
 جز تیرے ہو یہ خطاب کس کو جز تیرے ہو اسی تاب کس کو
 کیا اس میں بشر ہو کیا ملک ہو کیا اس میں زمین ہو کیا فلک ہو
 تو جس کو سکھا دے وہ بتائے تو جس کو بتا دے وہ بتائے
 لا علم لنا ہو شانِ میری قربانِ تجھ پر ہو جانِ میری

نعت

جز ذاتِ خدا ہے لایزالی سب سے فضل شریفِ عالی
 ہو ذاتِ مبارک محمد دیباچہ بطلن و مقید
 سلطانِ رسل خلیفہ حق کشافِ خطِ صحیفہ حق

| | |
|-------------------------------|------------------------------------|
| ای جانِ جہانِ آفرینش | ای روحِ دروانِ آفرینش |
| ای باعثِ فخرِ آدم و نوح | ای باعثِ خلقِ عالمِ روح |
| عالیٰ نسبِ میں فخرِ آدم | والا جسی میں رشکِ عالم |
| پہر تو ہی صفاتِ حق کا تجھ میں | ثبات اک سایہ ہو ذاتِ حق کا تجھ میں |
| ہو ذاتِ تری شریفِ داعی | ہو ذاتِ تری لطیفِ داعی |
| ہو جس میں کہ جزو گو ہر پاک | ہو جس میں کہ خونِ جانِ لولاک |
| اور جس میں کہ ہیں صفاتِ عالی | موجود ہیں سب بہاتِ عالی |
| وہ سب سے شریف اور برتر | وہ سب سے لطیف اور برتر |
| جتنے ہی صفات میں زیادہ | جتنے ہی بہات میں زیادہ |
| جو تیرا قریب تر وہ اشرف | جو تیرا جلیل تر وہ اشرف |
| یاں تاک کہ عرب کی ستر میں تاک | مذکورہ ہی چرخِ چار میں تاک |
| ہر چند صفات اور بھی ہیں | ہر چند بہات اور بھی ہیں |
| حُسنِ صورتِ ہو حُسنِ سیرت | دولتِ حکمتِ سخا شجاعت |
| پس کی اصلیت کہاں جائے | نسب اور ملک کی تھامید کہاں جائے |
| ہر وحش و طیور میں نسب ہو | ظاہر میں ظہور میں نسب ہو |

ہر پھول میں پھل میں اور شجر میں ہر سنگ میں لٹل میں گہر میں
 یورپ میں ہو پر تگیز میں ہو نسل تمام چیز میں ہو
 آجاتی ہو جب صفت حسب کی ہو جاتی ہو جزو وہ نسب کی
 اس وجہ سے کہتے ہیں خردمند محفوظ بناؤ نسلِ فرزند
 ہاں جملہ صفات کو کے مل جائیں گر جائے نسب پھر کہاں پائیں
 گز نسل کا کچھ سراغ لگ جائے دامن میں ہمیشہ داغ لگ جائے
 ہر چند کہ نسل باپ کی ہو ہر ملک کو آپ آپ کی ہو
 آجاتا ہو ماں کا بھی اثر کچھ پا جاتے ہیں اس کی بھی خبر کچھ
 ہر چند کہ تخم ہو کہیں کا ہو جاتا اثر ہو سرزمین کا
 طائف کا اتنا ہند میں کیوں مکہ کی کھجور سند میں کیوں
 ویسے نہیں ہوتے ہیں سب کیا تخصیص مزارعِ عرب کیا
 گھوڑے میں اثر تو ہونسا کہتے ہیں کہ کھیت ہو عرب کا
 اور آدمی میں نہ ہو عجب ہو چرت ہو یہ قہر ہو غضب ہو
 بد نسل کی خاصیت ہو معلوم کم اصل کی اصلیت ہو معلوم
 ہرگز نہ کریں کسی سے نیکی ہو کسی ہی دوستی کسی کی

گر خونِ حرام سے ہو پیدا ناپاک قوام سے ہو پیدا
 ناپاک ہی خلقتِ مجسمہ مخلوق ہی از پئے جہنم
 پھر اس کے نسب کا پوچھنا کیا سونے میں ہول گیا سہاگا
 موجود ہوں پنج عیب شرعی بدذاتیوں کی ہو رسم مرعی
 غضبِ حقِ خواہر و برادر اوقات کا مال شیرِ مادر
 سب ہضمِ یتیم مال کرنا اور سود و ربا حلال کرنا
 عزت سے غرض نہ خوفِ ہرمت مذہب کی طلب نہ شرمِ خلقت
 بیٹی ہو ہو ہو بھائی ہو جو چاہے کرے انھیں خوشی ہو
 بس اُن کو ہوس کی ادل جائے دولت ملے جا دُادل جائے
 مجموعہ ہو لے جیا بیوں کا جو خاصہ ہو حرامیوں کا
 اہلیتِ مکرمت نہیں ہو تقوے کی صلاحیت نہیں ہو
 جنت میں نہ جائے گا حرامی اور نسلِ حرام بھی تہامی
 الزام نہیں ہو کچھ خدا پر تھار و زل سے یہ مقرر
 اب سمجھے گا منکرِ مشرافت کیا لطف ہو اس میں کیا لطافت
 کھانا نہ فریب اور دھوکا حضرت نے کیا ہو فخر اس کا

معراج

معراج کی رات تھی عجب رات اللہ سے ہو گئی ملاقات
 وہ پہنچے تھے اُس جگہ جہاں تک پہنچے نہیں وہم بھی وہاں تک
 وہ کنجِ خفایں مخفی تھا یہ جلوہ حق کا ملجی تھا
 مذکور نہیں تھا دوسرے کا وصل موصول سے ملا تھا
 ایمان ہو آپ کی رسالت اسلام ہو آپ کی اطاعت
 دل سے ہو محبت آپ کی فرض ہو جان سے الفت آپ کی فرض
 عصمت ہو ملائکہ کی واجب حرمت ہو ملائکہ کی واجب
 اور جتنے رسول و انبیاء ہیں خاندانِ خدا سے کیر یا ہیں
 جتنے کہ ہیں پیشواے ملت جتنے کہ ہیں اصفیائے ملت
 سب میرے مکرم و معظم سب میرے معظم و مکرم
 لازم ہوئی اتباعِ سنت واجب تبعیتِ شریعت
 تقلید کے قابل اور سزاوار اصحاب کبار و آلِ طہار
 ہوں اُن پہ سلام اور صلوات ہوں اُن پہ درود اور تحیات
 اول صدیق صاحبِ غار ^{مناقب} دوم سارِ شوقِ عدل کردار

سویم عثمانؓ حیا گزیدہ
 چارم علیؓ خدا رسیدہ
 یہ سب تھے بخوبی و کرامت
 زینتِ وہِ مسندِ خلافت
 عباسؓ اور حمزہؓ مطہر
 عیینؓ مبارک پیہر
 وہ بنتِ رسولؐ اور حسنین
 وہ نورِ نظر وہ قرۃ العین
 وہ عشرہ مبشرہ کے اصحاب
 خورشید تھے کوئی کوئی ہتھاب
 انصار و مساجدین حضرت
 اصحابِ رسولؐ پاک طینت
 کفار پہ سخت تھے غضب کے
 آپس ہیں تھے دل و دست برکے
 باہم جو مشاجرات تھے کچھ
 آپس کے معاملات تھے کچھ
 جہ کچھ ہوئی غیر اعتمادی
 وہ تھی غلطی اجتہادی
 ناحق کو ہوئی تھی پیشِ وقت
 حق والے نے کی تھی عت پستی
 ہم کون جو اس کی بحث چھیڑیں
 مُردے قبروں کے ہم اکھیڑیں
 یہ بحث نہیں اصول دین کی
 کیوں اس میں پُری کی نہیں کی
 ہم کرتے ہیں اس کو ختم اس پر
 جائز نہیں سب و شتم اس پر
 یہ درسِ رضا کا اک سبق ہو
 وحق سے ہر غش و غش اس حق ہو
 خوش کفنان کر بلا پر
 اولادِ حبیبِ کبریا پر

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| اعدائے کئے تھے جو رو بہ یاد | اللہ دلائے حشر میں داد |
| مہدی موعود ہوں گے پیدا | وہ صاحب جود ہوں گے پیدا |
| وہ مادی و مہدی ہدایت | وہ جانِ امامت و خلافت |
| وہ حامی دین و قوم و ملت | وہ حاجی کفر و شرک و بدعت |
| پیدا ہوں گے عروج ہوگا | تب دشمنوں پر خروج ہوگا |
| گر تم کو ملیں امامِ احقر | پہونچانا میرا سلام آخر |
| یا رب مجھے شرک سے بچانا | سیدھا راستہ مجھے دکھانا |
| عاصی ہوں گناہگار ہوں میں | رحمت کا امیر و ابرہوں میں |
| شرمندہ و شرمسار میں ہوں | اک رحم کا خواستگار میں ہوں |
| خالق تو ہی تجھی سے مانگیں | مازق تو ہی تجھی سے مانگیں |
| پیروں سے مدد کا مانگنا کیا | قبروں سے مدد کا مانگنا کیا |
| مردوں سے مدد کا مانگنا کیا | غیروں سے مدد کا مانگنا کیا |
| اللہ بچاؤ بے بدعتوں سے | اسلام کے دیں کی برکتوں سے |
| بدعت کی بہت ہوئی ہے کثرت | اور شرک کی ہو گئی ہے عادت |
| جلسے سالانہ ہو رہے ہیں | مستی کے ترانے ہو رہے ہیں |

| | |
|------------------------------|----------------------------|
| اصحابِ نشاط گرم صحبت | اربابِ نشاط گرم صحبت |
| قلاش تمام آرہے ہیں | جلسے میں عوام آرہے ہیں |
| اوباش بھی جمع ہو رہے ہیں | عیاش بھی جمع ہو رہے ہیں |
| قال الگ تھرک رہے ہیں | طبیلے وہ الگ ٹھنک رہے ہیں |
| کہتے ہیں کہ پیر مانتے ہیں | کہتے ہیں فقیر مانتے ہیں |
| اک مکر کا صنابطہ نکالا | پیروں کا جو واسطہ نکالا |
| یہ چھوٹ فریب دے لے لے | کرتی نہیں اس کو عقل باور |
| مطلوب اگر تھا فیض پانا | مقصود تھا واسطہ دلانا |
| حضرت کا وہ واسطہ دلاتے | ہلت کا وہ واسطہ دلاتے |
| موسیٰ کا وہ واسطہ دلاتے | عیسے کا وہ واسطہ دلاتے |
| اللہ سے مانگتے مرادیں | قبروں سے نہ چاہتے مرادیں |
| حاجت کوئی اُن کو مانگنا ہو | تب قبر کا جا کے سامنا ہو |
| اُس قبر کو جا کے چوبیس چاٹیں | سجدہ کریں اور فتوح پاٹیں |
| بیٹا کوئی اُن سے مانگتا ہو | جو رو کوئی اُن سے چاہتا ہو |
| کہتا ہو کوئی یہ اپنا قصہ | دینا نہ پڑے بہن کا حصہ |

ایک ایک غرض میں مبتلا ہو بدعت کے مرض میں مبتلا ہو
 مانا ہیں بزرگ صاحب قبر مانا ہیں سترگ صاحب قبر
 عزت ہو تو روح پاک کی ہو یادِ عبتِ شرمناک کی ہو
 جو فضل کہ مخرم نہ ہیں ہو جو امر کہ مختلف نہیں ہو
 کرتے نہیں کیوں وہ امر دینی جس کا کہ ثواب ہو تقسینی
 راتوں کو کریں نہ آہ و زاری حق سے نہ کریں اُمید واری
 کعبہ میں نہ جائیں مدعا کو مسجد میں نہ جائیں وہ دعا کو
 حلال نہ کریں حلالِ وزی سوچیں نہ کبھی مالِ روزی
 واجب ہو زکوٰۃ پر نہ دیویں خیرات میں مالِ وزر نہ دیویں
 حج فرض ہو پر اُدھر نہ جاویں سوچیلے ہزار غدر لا دیں
 تسبیح سے لیتے ہیں سو کام ہو چھانسنے کو یہ دانہ و دام
 تسبیح امام ہو ریا کی دشمن ہو یہ زہر و اُلتا کی
 تسبیح نہ کام آئے اصلا
 یہ تنو میں کرے گی تم کو رسوا
 دعویٰ ہو کہ اہل دید ہیں ہم دعویٰ ہو کہ بایزید ہیں ہم

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| احناف کی پیروی کا دعویٰ | اسلاف کی پیروی کا دعویٰ |
| یہ سب افعال نہیں منکر | یہ سب اعمال نہیں منکر |
| بتلاؤ کہاں ہذا یہ میں ہو | بتلاؤ کہاں کفا یہ میں ہو |
| شامی میں کہاں لکھا ہوا ہو | قاضی میں کہاں لکھا ہوا ہو |
| کس نسخہ میں ہو ذرا دکھاؤ | کس صفحہ یہ ہو بھلا دکھاؤ |
| ہم بھی حنفی ہیں اہل تقلید | بتلاؤ کہاں ہو اس کی تاکید |
| دیکھو تو کہیں قدوری میں ہو | یا آپ ہی کی حضوری میں ہو |
| تقلید کرو گے صوفیوں کی | لاؤ گے سند فضولیوں کی |
| قرآن و حدیث سے سند لاؤ | اقوال صحیح و مستند لاؤ |
| شبلی و جنید کی سند دو | فرمودہ یا بنہ ید لاؤ |
| مذہب کے ہیں جیلے اور بہانے | بدستنیوں کے ہیں کارخانے |
| جو کچھ کہ جناب کر رہے ہیں | خلقت کو خراب کر رہے ہیں |
| مذہب کہہ کر کریں جو چاہیں | مخلوق کے ساتھ گربنا ہیں |
| بوعیب کریں کہے نہ کوئی | خاطر میں ہو ان کے گر نکوئی |
| جتنے کہ ہیں باطلہ مذہب | سب میں ہو یہی خیال غالب |

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| ای قوم کے پیشوا ذرا شرم | ای قوم کے رہنما ذرا شرم |
| اللہ و رسول سے ذرا شرم | اولادِ بتوں سے ذرا شرم |
| معلوم ہو شرک ہو بڑا جرم | اس سے نہیں بڑھکے دوسرا جرم |
| وعدہ ہو نہیں خلاف ہوگا | یہ جرم نہیں معاف ہوگا |
| توبہ کے سوا نہیں اور چارہ | ورنہ ہو تمام تر خسارہ |
| توبہ کی ہوس دماغ میں ہے | یہ نورِ میرے چراغ میں ہے |

توبہ کروں بار بار توبہ

توبہ توبہ ہزار توبہ

| | |
|---------------------------|-------------------------------|
| معبود نہیں سواے باری | خطباتی باجملہ صفات تہائے باری |
| ہو اُس سے کوئی صفتِ مندوم | لازم ہیں صفات اور ملزوم |
| مستجمع کل صفاتِ محسود | خالق ہو وہی - وہی ہو معبود |
| سجدہ اُس کے لیے محقق | اوروں کے لیے حرام مطلق |
| مخصوص خدار کو ع و سجدہ | خاص اُس کے لیے صنوع و سجدہ |
| یا جس کے لیے خدا کا شرمان | انکار کرے تو ہو وہ شیطان |
| مسجود ملائکہ اور آدم | ممسود ملائکہ اور آدم |

سجدہ نہیں تھا وہ اتھاں تھا فرمانِ خداے انس و جان تھا

اُس راہِ رسالت محمدؐ

ہو کلمہ حق کا قفل ابجد

خاتمہ

نقشِ مشاطہ عجزِ ہر حال فکر چار روزہ

واما د زمانہ بس ہو عین کب بگر سخن کو دے وہ کابین

تحمیں سے غرض نہ نام سے کام ہم کو تو فقط اسی کام سے کام

کر شکر خدا کہ ہو وہ برتر

اے اے اولے اتم و اکبر

تصحیح اغلاط

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|---------------------------|-------------|
| ۳۸ | ۱۱ | کے ساتھ مجالست کی مجالست | مجالست |
| ۴۲ | ۱۷ | اور دیکھئے اور دیکھیے | دیکھئے |
| ۴۴ | ۶ | روح کھینچکر روح کھینچ کر | کھینچ کر |
| ۴۵ | ۴ | بہشت بہشت | بہشت |
| ۱۲ | ۱۲ | پند پائیگی | پند پائیگی |
| ۱۰ | ۱۰ | وقتِ وقت | وقت |
| ۲۵ | ۱۲ | بیان کرنے بیان کرتے | بیان کرتے |
| ۳۱ | ۳ | کارگزار افتاد کارگر افتاد | کارگر افتاد |





CALL

۸۹۱۵۱۵۱

ف ۲۱۵

ACC. No. ۲۲۰۳

AUTHOR

فدائی، محمد عثمان فاروقی

TITLE

دلوان فدائی

ف ۲۱۵
۲۱۵

۸۹۱۵۱۵۱

۲۲۰۳

دلوان فدائی

| Date | No. | Date | No. |
|------|-----|------|-----|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |

RSIAN SECTION



Maulana Azad Library ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.



